۱۶ مارچ ۲۰۲۴ء | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | جلد نمبر: ۱۷ ۔ شمارہ نمبر: ۶

پندرہ روزہ
معارف فیچر کراچی
MA'ARIF FEATURE

Fortnightly "Maarif Feature" Karachi: REG.No.SC-1303

مدیر: سیّد شاہد ہاشمی

نائب مدیران: منعم ظفر خان، سید سمیع اللہ حسینی، نوید نون ۔ معاون مدیران: غیاث الدین، محمد عمید فاروقی

ڈی ۔ ۳۵، بلاک ۔ ۵، فیڈرل ’بی‘ ایریا، کراچی ۔ ۷۵۹۵۰

فون: ۳۶۳۴۹۸۴۰_۳۶۸۰۹۲۰۱(۲۱_۹۲)

برقی پتا: irak.pk@gmail.com، ویب گاہ: www.irak.pk

۱ ۔ **معارف فیچر** ہر ماہ کی یکم اور سولہ تاریخوں کو شائع کیا جاتا ہے۔اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے‘ جو اسلام سے دلچسپی اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والوں کے غور و فکر کے لیے اہم یا مفید ہو سکتی ہیں۔

۲ ۔ پیش کیا جانے والا لوازمہ بالعموم بلاتبصرہ شائع کیا جاتا ہے۔کسی مضمون‘ نقطہء نظر‘ خیال یا معلومات کے انتخاب کی وجہ اس سے ہمارا اتفاق نہیں‘ اس کی اہمیت ہوتی ہے۔کسی مضمون یا معلومات کی مدلل تردید یا اس سے اختلاف پر مبنی لوازمہ کو بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔

۳ ۔ **معارف فیچر** کو بہتر بنانے کے لیے مفید معلومات کے حصول یا ان کے ذرائع تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

٤ ۔ ہمارے فراہم کردہ لوازمے کے مزید‘ لیکن غیر تجارتی ابلاغ کی عام اجازت ہے۔

۵ ۔ **معارف فیچر** کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔تاہم عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبول بھی کیے جاتے ہیں۔ **اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی**

یورپی معیشت خطرے میں ہے!

ایک عشرے قبل چین کے صدر شی جن پنگ کا جرمنی کی وادی روہر میں شاندار خیر مقدم کیا گیا تھا۔ انہوں نے چینی سرمایہ کاری کے مرکز کے طور پر اس علاقے کو سراہا تھا، کم و بیش پندرہ دن میں چین کے علاقے چونگ کنگ سے (براستہ روس) یورپ کے مرکزی صنعتی علاقے تک پہنچنے والی ٹرین کا استقبال کیا تھا اور کان کنی سے متعلق روایتی گیت سے محظوظ بھی ہوئے تھے۔ یہ ایک عشرہ پہلے کی بات ہے۔ حال ہی میں چین کی طرف سے ایک اور آمد ہوئی تو اُس کا خیر مقدم خاصی سرد مہری سے کیا گیا۔ فروری میں BYD EXPLORER NO.1 نامی جہاز کم و بیش ۳ ہزار الیکٹرک کاریں لے کر جرمنی پہنچا۔ یہ کاریں چینی ادارے BYD (بائے یور ڈریم) نے تیار کی تھیں۔ جہاز کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا جہاز ہے یعنی مزید جہاز مزید الیکٹرک کاریں لے کر آئیں گے۔ ایسے میں یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ چینی الیکٹرک کاروں کی آمد سے جرمنی کے آٹو میکرز، جو پہلے ہی مشکلات کا شکار ہیں، خاصی الجھن محسوس کر رہے ہیں۔

چینی معیشت کو مکمل بحالی کی تلاش ہے۔ چینی قائدین معیشت کی بحالی جلد از جلد یقینی بنانے کے لیے ہائی ٹیک شعبے کے لیے بڑے پیمانے پر فنڈنگ کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں چین میں الیکٹرک کاریں تیزی سے بنائی جا رہی ہیں۔ چین کا مینوفیکچرنگ ٹریڈ سرپلس ریکارڈ بلندی پر پہنچ چکا ہے۔ اور اس میں مزید بلندی کی گنجائش دکھائی دے رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں یورپی قائدین کو یہ خدشہ لاحق ہے کہ چین کی طرف سے جدید ترین ٹیکنالوجی کی مدد سے تیار کی جانے والی سستی کاریں اور دیگر مصنوعات بہت تیزی سے یورپی مارکیٹس کو اپنے شکنجے میں کس لیں گی۔ ۵ مارچ ۲۰۲۴ء کو یورپی کمیشن نے کہا کہ اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ چینی حکومت صنعتی اداروں کو بڑے پیمانے پر سبسڈی فراہم کر رہی ہے اس لیے لازم ہو گیا ہے کہ مسابقت کے قابل رہنے کے لیے چینی مصنوعات پر ڈیوٹی بڑھائی جائے۔ یورپی کمیشن کی صدر اروسُلا وان ڈیر لیین نے چین کو خبردار کیا ہے کہ وہ تجارتی معاملات کو اِس قدر خراب نہ کرے کہ پھر درستی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ برطانیہ نے چین کے ایکسکیویٹرز کے حوالے سے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ فرانس کے صدر ایمانویل میکراں مئی میں چینی ہم منصب کی میزبانی کرنے والے ہیں۔ سفارت کاروں کا کہنا ہے کہ وہ مہمان صدر کو تجارت کے حوالے سے ٹھوس پیغام دیں گے۔

برازیل سے بھارت تک بہت سے ممالک چینی مصنوعات کی درآمد روکنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ چینی مصنوعات سے یورپ کو بہت زیادہ خطرہ لاحق ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ایک زمانے سے یورپ کا معیشتی ماڈل تجارت کی بنیادوں پر قائم ہے۔ چینی مصنوعات کی درآمد بڑھنے سے یورپ کی صنعتی ترقی متاثر ہو گی اور اس کے نتیجے میں یورپی باشندوں کے معیارِ زندگی کا گراف نیچے آئے گا۔ آئی ایم ایف کے مطابق یورپ وہ خطہ ہے جو تجارت اور سرمایہ کاری کے حوالے سے بہت کُھلا ہے یعنی کسی بھی طرف سے رکاوٹ کھڑی نہیں کرتا۔ یورپی یونین کے ممالک میں مجموعی طور پر، اشیا و خدمات کی تجارت جی ڈی پی کا ۴۴ فیصد ہے۔ یہ امریکا کے مقابلے میں تقریباً دُگنا ہے۔ یورپی یونین کے ارکان اصولوں اور قوائد کی بنیاد پر تجارت کرتے ہیں۔ عام طور پر وہ تجارت کی راہ میں روڑے نہیں اٹکاتے۔ یورپی معیشتوں کو بچانے کی خاطر درآمدات کی راہ روکنے کی پالیسی یورپ نے کم ہی اپنائی ہے۔ یورپی یونین کا حصہ نہ ہونے کے باوجود برطانیہ کا بھی یہی حال ہے۔ برطانیہ نے ہمیشہ آزاد تجارت کی وکالت اور حوصلہ افزائی کی ہے۔

چینی مصنوعات کا طوفان (نیو چائنا شاک) بہت مشکل لمحات میں واقع ہوا ہے۔ یوکرین پر روس کی لشکر کشی کے نتیجے میں یورپ میں توانائی کا بحران شدت اختیار کر رہا ہے۔ یورپ کے بیشتر ممالک کی صنعتیں توانائی کے بحران سے لڑ رہی ہیں۔ یہ سب کچھ ایسے وقت ہو رہا ہے جب یورپی یونین کے قائدین اپنی اپنی معیشتوں کو ماحول دوست توانائی کے فروغ کے لیے تیار کر رہے تھے۔ یورپ میں گیس کے نرخ بالعموم ۲۰ یورو (۲۲ امریکی ڈالر) فی میگاواٹ گھنٹہ ہوا کرتے تھے۔ یوکرین جنگ کے نتیجے میں یورپی یونین میں گیس کے نرخ ۲۰۲۲ء میں ۳۰۰ یورو فی میگاواٹ گھنٹہ تک جا پہنچے۔ کورونا کی وبا کے بعد معیشتی بحالی کا عمل شروع ہوا ہی تھا کہ پورا یورپ شدید افراطِ زر کی لپیٹ میں آ گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ توانائی کا

اندرونی صفحات پر:۔

- برطانیہ فسطائیت کی راہ پر!
- پاکستان اب کس راہ پر گامزن ہو گا؟
- مودی سرکار کا نیا، مذموم ہتھیار
- بھارت تیزی سے آمریت کی طرف رواں
- غزہ بندرگاہ کی تعمیر میں فلسطینی لاشے
- اسلام کا فلسفہ نصرت و آزمائش

بحران بھی پیدا ہوا۔ یورپین سینٹرل بینک کو سُود کی شرح ۴ فیصد تک بڑھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس کے نتیجے میں کمزور پڑی ہوئی معیشت میں طلب پر مزید ضرب پڑی۔

کورونا کی وبا کے دوران اور اس کے بعد یوکرین جنگ کے نتیجے میں یورپ بھر میں معیشتوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جرمنی میں بجٹ خسارہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ حکومت کو اخراجات میں کٹوتی کرنا پڑی ہے۔ ۲۰۲۵ء میں جرمن زرعی پالیسی مزید کٹوتیوں کی راہ ہموار کرے گی۔ فرانس نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ۲۰۲۳ء میں اُس کا خسارہ جی ڈی پی کے ۵ء۵ فیصد کے مساوی تھا۔ یہ اندازوں سے کہیں زیادہ تھا۔ فرانس کے وزیرِ خزانہ برونو لی مائر نے ایمرجنسی بریک کی بات کی ہے یعنی سرکاری اخراجات میں ۱۰/ارب یورو کی کٹوتی کی گئی ہے تاکہ مالیاتی پالیسی کو دوبارہ ٹریک پر لایا جاسکے۔

۲۰۱۹ء کے بعد سے یورپ کی جی ڈی پی میں ۴ فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا ہے۔ اس دوران امریکا میں شرحِ نمو اس سے دُگنی رہی ہے۔ برطانیہ اور جرمنی میں فی کس جی ڈی پی کم ہوئی ہے۔

یورپی یونین اور برطانیہ کے لیے رواں سال کے بارے میں معاشی نمو کی پیش گوئی ایک فیصد سے بھی کم ہے، جو انتہائی مایوس کن ہے۔ مزید برآں، معاملات بھی غیر یقینی ہیں۔ دوسری طرف امریکا میں کورونا کی وبا کے دوران پیداواری صلاحیت کو نئی زندگی ملی۔ یوروپین سینٹرل بینک، یورپی قائدین، تھنک ٹینک اور دو سابق اطالوی وزرائے اعظم (اینریکو لیٹا اور ماریو دراگی) یہ کھوجنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ آخر یورپ پیچھے کیوں رہ گیا ہے اور اب معاملات کس طور درست کیے جاسکتے ہیں۔ یورپ کی مقابلہ کرنے کی صلاحیت کو زندہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ ایسے میں ایک اور خطرہ بھی سروں پر منڈلا رہا ہے۔ یورپی قائدین یہ سوچ سوچ کر پریشان ہیں کہ اگر ڈونلڈ ٹرمپ کو امریکیوں نے دوبارہ اپنا صدر منتخب کرلیا تو کیا ہوگا۔ اس بات کا واضح خطرہ موجود ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ یورپی مصنوعات پر درآمدی ڈیوٹی بڑھا کر امریکی صنعتوں کو تحفظ فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ یوکرین جنگ سے متاثرہ یورپی معیشت، چین کی طرف سے تجارتی مال کی ڈمپنگ اور امریکا کی طرف سے بلند ٹیرف کا کیوں کر مقابلہ کرسکے گی۔ یورپی مصنوعات کے لیے امریکا سب سے بڑی اور پُرکشش مارکیٹ ہے۔ یورپ کے لیے پہلا چائنا شاک ۲۰۰۱ء میں آیا تھا، جب چین نے عالمی تجارتی تنظیم کی رکنیت لے کر اپنے لیے پُرکشش امکانات پیدا کیے تھے۔ چین کی پیداواری صلاحیت چونکہ غیر معمولی تھی، اس لیے امریکا اور یورپ دونوں ہی کے لیے وسیع البنیاد مسائل پیدا ہوئے۔ ڈبلیو ٹی او میں چین کی آمد سے چند خطوں اور سیکٹر کو شدید دھچکا لگا۔ یورپ نے چین کی آمد کا جھٹکا بہتر انداز سے جھیلا کیونکہ اُسی زمانے میں وسطی اور مشرقی یورپ کے کئی ممالک یورپی یونین کا حصہ بنے اور یوں مجموعی معاشی قوت میں اضافہ ہوا۔ نئے ارکان کی تیز رفتار ترقی نے یورپی یونین کی پیداواری صلاحیت بڑھائی اور یوں دنیا بھر میں مغربی اشیا کی طلب بڑھی۔

اب زمانہ بہت بدل چکا ہے۔ چین اگرچہ ہائی ٹیک مینوفیکچرنگ کی طرف بہت تیزی سے رواں ہے مگر چینی صدر شی جن پنگ چاہتے ہیں کہ اُن کا ملک روایتی سطح پر بھی مغربی دنیا کا محتاج یا ضرورت مند نہ رہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ چین روبوٹس اور ریلوے کے آلات کی تیاری کے حوالے سے بھی ٹیکنالوجیکل سیکٹرز میں قائدانہ کردار ادا کرنے کے قابل ہوجائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چین اب یورپ سے کاریں، مشینری اور ہائی ٹیک آلات کم منگوائے گا۔ ۲۰۰۱ء میں چین کی طرف سے پہلا معاشی دھچکا برداشت کرنے میں یورپ کو انہی اشیا نے مدد فراہم کی تھی۔ نئے ہزاریے کی ابتدا کے وقت چینی معیشت جو کچھ تھی اب اُس سے کہیں زیادہ بڑی اور مضبوط تر ہے۔ کنسلٹنسی فرم ایبسولیوٹ اسٹریٹجی کے ایڈم وولف کہتے ہیں کہ ۲۰۱۹ء کے بعد سے چین کی برآمدات اتنی بڑھی ہیں کہ کبھی کبھی تو یقین ہی نہیں آتا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

یورپی اداروں کو اپنے ہاں اور کسی تیسرے ملک میں اعلیٰ درجے کی مصنوعات کے حوالے سے بھی چین کی طرف سے شدید مسابقت کا سامنا ہے۔ کاروں کا معاملہ ہی لیجیے، جو اب تک یورپی معیشت کے تاج کا نگینہ رہا ہے۔ پورے یورپ میں کاریں تیار کرنے کی صنعت سے کم و بیش ۳۰ لاکھ افراد وابستہ ہیں۔ چینی برانڈز نے مغربی یورپ میں پیور بیٹری مارکیٹ کا ۹ فیصد شیئر پہلے ہی اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ پورے برِاعظم میں چینی برانڈ کی گاڑیوں کی رجسٹریشن ۲۰۲۲ء اور ۲۰۲۳ء کے دوران دُگنی ہوچکی ہے۔ فرانس، جرمنی اور اٹلی کے ماس مارکیٹ برانڈز کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ مارکیٹ پر نظر رکھنے والے اداروں کا کہنا ہے کہ مغربی یورپ میں کاریں بنانے والے جن اداروں کا اس وقت عالمی مارکیٹ شیئر ۸۱ فیصد ہے وہ ۲۰۳۰ء تک ۵۸ فیصد کے مارک پر کھڑے ہوں گے۔

یورپ کے قائدین ماحول دوست توانائی کے معاملے میں زیادہ حساس ہیں اور اس حوالے سے اربوں یورو کی سرمایہ کاری کی جارہی ہے۔ پھر بھی یورپ کے کاریں بنانے والے اداروں کو چینی کمپنیوں سے غیر معمولی مسابقت کا سامنا رہے گا کیونکہ چینی برانڈز ۲۰ سے ۳۰ فیصد سستے ہیں۔ ونڈ ٹربائن ہی کی مثال لیجیے۔ دی گلوبل ونڈ انرجی کونسل کا کہنا ہے کہ ۲۰۲۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس شعبے میں چین کا عالمی مارکیٹ شیئر ۶۰ فیصد ہوچکا ہے۔ یورپی اداروں کے لیے لازم ہوگیا ہے کہ کم از کم لاگت میں زیادہ سے زیادہ جدت کا بازار گرم کریں۔ مسئلہ یہ ہے کہ تمام معاملات ایک ہی سمت جارہے ہیں۔ چین، چین اور چین، بس۔ چین کا پروڈیوسر پرائس انڈیکس، جو گاڑی کی فیکٹری کے گیٹ سے نکلتے وقت کی قیمت کا تعین کرتا ہے، ۱۷/ماہ کے دوران گرتا رہا ہے اور اب یہ ۲۰۱۹ء کی سطح پر ہے۔ یورپی یونین میں یہی انڈیکس، توانائی کی قیمتوں کو ہٹانے کے بعد بھی، چار سال پہلے کی سطح سے ایک چوتھائی اوپر ہے۔

یورپ نے چین سے برآمدات کم کرکے اور چین کے لیے سرمایہ کاری اور ہائی ٹیک مصنوعات کی برآمدات کم کرکے خود کو محفوظ رکھنے کی جو کوششیں کی ہیں وہ بھی بارآور ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ اُن کے نتیجے میں مسائل مزید بڑھ گئے ہیں۔ بیلفیلڈ یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے جولین ہنز اور اُن کے ساتھیوں نے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ چین اور اُس کے اتحادیوں سے الگ رہ کر سوچنا اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنا یورپ کے لیے ممکن نہیں ہو پارہا۔ یورپ میں جرمنی اب تک چین کے ساتھ معاشی طور پر سب سے زیادہ جُڑا رہنے والا ملک ثابت ہوا ہے۔ ایڈجسٹمنٹ کی مد میں اُسے بھی جی ڈی پی کے ۲ء۱ فیصد سے محروم ہونا پڑے گا۔ یہی معاملہ جاپان کا بھی ہے۔ چین کے حوالے سے ایڈجسٹمنٹ کی مد میں دیگر یورپی ممالک اور امریکا کو اپنی جی ڈی پی کے کم و بیش ایک فیصد کے نصف سے محروم ہونا پڑے گا۔ چین کا نقصان ۲ فیصد تک ہوگا۔ یورپ کے لیے چین کے خطرے کو کم یا ختم کرنے کی لاگت ڈونلڈ ٹرمپ کے دوبارہ امریکی صدر بننے کی صورت میں زیادہ مشکلات پیدا کرنے والی ثابت ہوسکتی ہے۔ یورپ نے گزشتہ برس امریکا کو ۵۰۰/ارب یورو کی اشیا فروخت کی تھیں۔ یورپی یونین کے ۲۷ میں سے ۲۰/ارکان کا امریکا کے مقابلے میں توازنِ تجارت موافق رہا ہے۔

ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنے پہلے دورِ صدارت میں ایلومینیم

اور فولاد کی مصنوعات کی درآمد پر بھاری ڈیوٹی عائد کر کے یورپ کے لیے مشکلات پیدا کی تھیں۔ یورپ نے جواب میں امریکا سے درآمد کی جانے والی موٹر سائیکلوں اور دیگر اشیا پر ڈیوٹی بڑھادی۔ جو بائیڈن جب صدر بنے تو اُنہوں نے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ ’’جنگ بندی‘‘ ہوئی تو سہی، مگر اُس میں زیادہ دم نہ تھا۔ اگر ٹرمپ دوبارہ امریکا کے صدر منتخب ہوئے تو یورپ کو شدید الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سابق صدر نے تجویز پیش کی ہے کہ امریکا کی تمام درآمدات پر ۱۰ فیصد ڈیوٹی عائد کردی جائے۔ بین الاقوامی تجارت کے امور میں اُن کے مشیر رابرٹ لائٹزیئر کہتے ہیں کہ یورپ کے معاملے میں زیادہ سفاک قسم کا ٹیرف ناگزیر ہوگا۔

دی جرمن اکنامک انسٹیٹیوٹ نے رابرٹ لائٹزیئر کے انتباہ کی روشنی میں ممکنہ اثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ اگر امریکا نے یورپ سے تمام درآمدات پر ۱۰ فیصد اور چین سے درآمدات پر اِس سے بھی زیادہ شرح سے ڈیوٹی عائد کی تو خود امریکی معیشت کو بھی غیر معمولی دھچکا لگے گا کیونکہ اِس کے نتیجے میں امریکا میں عام آدمی کے لیے تمام اشیا مہنگی ہوجائیں گی۔ ہاں، یورپ کے لیے زیادہ مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگر امریکا کی طرف سے درآمدی ڈیوٹی میں اضافہ نہ بھی کیا گیا تو جرمنی کی عالمی برآمدات میں ۲۰۲۸ء تک ۵ فیصد کمی واقع ہوچکی ہوگی۔ نجی سرمایہ کاری بھی متاثر ہوگی۔ اس کے نتیجے میں جرمنی کی جی ڈی پی میں ۲ء۱ فیصد کمی واقع ہوگی۔ یہ گویا ۲۰۲۸ء تک ۱۲۰/ارب یورو کی پیداوار کے مساوی ہوگا۔ اگر یورپ نے ڈیجیٹل سروسز ٹیکس لگایا، جس کی زد میں امریکا کے ہائی ٹیک ادارے آئیں گے، تو امریکا کی طرف سے جوابی اقدامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں ٹرمپ انتظامیہ یورپ پر دباؤ ڈال سکتی ہے کہ چین کے حوالے سے وہی پالیسی اپنائے جو امریکا نے اپنائی ہو۔

چین اور یورپ اس وقت سبسڈیز اور ڈمپنگ کے حوالے سے تنازع میں الجھے ہوئے ہیں۔ یورپی یونین کے بیشتر ارکان کا استدلال ہے کہ چین میں صنعتی اداروں کو حکومت کی طرف سے سبسڈی مل رہی ہے، جس کی بدولت وہ عالمی مارکیٹ میں مسابقت کے قابل ہیں۔ یورپ میں اس حوالے سے جو اقدامات کیے جارہے ہیں اُنہیں بھی چینی قیادت نے نظر انداز نہیں کیا ہے۔ چینی حکومت کو اچھی طرح اندازہ ہے کہ یورپی یونین کی تحقیقات کی پشت پر کون ہے۔ صارفین کو چینی برانڈز کی طرف جھکنے سے روکنے کے لیے فرانسیسی حکومت نے بھی صنعتی اداروں کے لیے رعایت کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کے جواب میں چینی اداروں نے اپنے صارفین کے لیے ریبیٹ کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔

یورپی یونین کی معیشت کو اس وقت توانائی کے بحران، چین کی طرف سے سستی برآمدات اور ٹرمپ کی طرف سے درآمدی ڈیوٹی میں اضافے کے خطرے کا سامنا ہے۔ اس کے نتیجے میں یورپی ملکوں کے معیشتی ڈھانچوں کو بدلنے کی ضرورت بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ یورپ کے عام صارفین کے لیے یہ صورتِ حال بہت اچھی رہے گی کیونکہ اُنہیں اعلیٰ درجے کی اشیا سستی اور آسانی سے میسر ہوسکیں گی۔ تجارتی جنگ میں عام پر اشیا مہنگی ہوجاتی ہیں مگر چین کی طرف سے سولر پینلز پر سبسڈی کے نتیجے میں یورپ میں یوٹیلیٹیز سستی ہوئی ہیں اور عام آدمی کو اس کا فائدہ زیادہ پہنچا ہے۔ سولر پینلز پر سبسڈی بڑھنے سے چینی برانڈز مقبول ہوئے ہیں اور یوں یورپی باشندوں کو ماحول دوست توانائی کی طرف تیزی سے بڑھنے میں خاصی مدد ملی ہے۔ یورپ کے چند حصے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسپین میں شمسی توانائی کی زیادہ گنجائش ہے جبکہ سویڈن میں پانی اور ہوا سے بجلی تیار کرنے کے نظام کو زیادہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں صنعتی عمل بھی تیز ہوسکتا ہے۔ فولاد تیار کرنے والے سویڈش ادارے ایچ ٹو گرین اسٹیل نے سالِ رواں کے اوائل میں بتایا کہ اسے ملک کے شمال میں لولیا کے مقام پر پلانٹ کے لیے ۶/ارب ۵۰ کروڑ یورو کی سرمایہ کاری ملی ہے۔ اسی طور چند غیر ملکی ادارے تجارتی حالات میں مشکل محسوس کرنے پر کسٹمرز سے نزدیک رہنے کے لیے یورپ میں سرمایہ کاری کو ترجیح دیں گے۔ پولینڈ کو ۲۰۲۱ء سے ۲۰۲۳ء کے دوران ۳۰/ارب یورو کی بلاواسطہ غیر ملکی سرمایہ کاری ملی۔ یہ اِس سے قبل ملنے والی سرمایہ کاری سے دُگنی ہے۔ پولینڈ میں کُل سرمایہ کاری کا ۲۵ فیصد بلاواسطہ بیرونی سرمایہ کاری پر مبنی ہے۔ صنعتی ملکوں میں یہ بالعموم ۵ فیصد کی سطح پر رہتی ہے۔ پولینڈ میں سرمایہ کاری کرنے والوں میں جرمن انجینئرنگ فرم بوش کے علاوہ جاپانی ادارہ ڈیکن بھی شامل ہے۔ یہ دونوں ادارے پولینڈ میں ہیٹ پمپ فیکٹریاں بنا رہے ہیں۔

کنسلٹنسی فرم ای اینڈ وائے کے ایک سروے کے مطابق عالمی سطح کے ۶۷ فیصد فیصلہ ساز سمجھتے ہیں کہ ان کے اداروں کا جھکاؤ یورپ کی طرف زیادہ رہے گا۔ یہ سرمایہ کاری ۲۰۲۱ء میں ۴۰ فیصد تھی، اب بڑھ جائے گی۔ ان میں دفاعی ساز و سامان تیار کرنے والے ادارے بھی شامل ہوں گے۔ یورپ کی افواج تیزی سے پنپ رہی ہیں۔ اُنہیں ہتھیاروں اور جنگی آلات کی ضرورت ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ چین بھی الیکٹرک کاروں کے ساتھ مارکیٹ میں موجود رہے گا۔ خیر، معاشی ایڈجسٹمنٹ کا عمل یورپ کے لیے کسی بھی اعتبار سے آسان اور خوش گوار ثابت نہیں ہوگا۔

کاروں کے پُرزے فراہم کرنے والا جرمنی کا ایک بڑا ادارہ کانٹی نینٹل ہزاروں ملازمین کو فارغ کر رہا ہے۔ بوش نے آٹوموٹو سوفٹ ویئر ڈویژن میں ۱۲۰۰/ چھانٹیوں کی تیاریاں کر رکھی ہیں۔ آٹو سیکٹر کے دیگر اداروں نے بھی چھانٹیوں کا اعلان کیا ہے۔ ۲۰۰۱ء میں جب چین کی طرف سے مسابقت کا سامنا ہوا تھا تب تکنیکی پیش رفت کی گنجائش پیدا ہوئی تھی کیونکہ ورکرز جدت کی خاطر بھاری سرمایہ کاری کرنے والی زیادہ پیداواری کمپنیوں کی طرف چلے گئے تھے۔ آسٹرین انسٹیٹیوٹ آف اکنامک ریسرچ کے کلاز فرائنچلر اور ان کے ساتھی مصنفین کہتے ہیں کہ اب ڈیڑھ عشرے کے دوران چین کی طرف سے مسابقت کا سامنا ہونے پر یورپ کے آٹو سیکٹر سے تعلق رکھنے والے بیشتر اداروں نے پیداواری سطح پر کم نمو دکھائی ہے۔ جرمنی کو یورپ کے پاور ہاؤس کا درجہ حاصل ہے۔

یورپ میں توانائی پر زیادہ انحصار کرنے والی صنعتوں اور مغربی یورپ کی بڑی مارکیٹ کے لیے مصنوعات فراہم کرنے والے اداروں کو خسارے کا سامنا رہے گا۔

یورپی معیشت کے جو شعبے اب تک محفوظ رہے ہیں وہ بھی بہت جلد بیرونِ ملک زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کریں گے کیونکہ اُنہیں بھی پروٹیکشن اِزم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگلے پانچ سال میں یورو ایریا کے ۷۵ فیصد بڑے کاروبار بین الریاستی طور پر تنوع کی طرف جائیں گے، اپنی پیداوار کو فروخت سے نزدیک تر کریں گے یا پھر اپنی پیداواری صلاحیت کا معقول حصہ سیاسی اعتبار سے مستحکم تر ممالک کو منتقل کریں گے۔

نئی صنعتوں کی طرف رواں ہونا اُن معیشتوں کے لیے آسان نہیں جنہیں فنڈ کی کمی کا سامنا ہے۔ اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُنہیں اپنے وسائل کا بڑا حصہ دفاع پر خرچ کرنا پڑ رہا ہو۔ ایسے میں معاشی نمو کی رفتار بڑھانے کے لیے سرمایہ کاری کی گنجائش کم رہ جاتی ہے۔ یورپی یونین نے حال ہی

باقی صفحہ نمبر ۸

برطانیہ فسطائیت کی راہ پر!

عمر سلیمان

غزہ میں ہونے والی نسل کشی اور بربریت کا ہم اپنے اسکرین پر مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اب بھی بیشتر مغربی ممالک اس قتلِ عام پر نہ صرف مصلحت آمیز اور دوزخی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں بلکہ اسرائیلی جارحیت کے خلاف آواز اٹھانے والی اسلامی تحریکوں پر پابندیاں لگا رہے ہیں اور انہیں مطعون کر رہے ہیں۔ جنوری میں برطانوی حکومت نے حزب التحریر پر جرائم کا الزام لگاتے ہوئے اسے دہشت گرد تنظیم قرار دیا۔ اس تنظیم کے بارے میں آپ کی رائے کچھ بھی ہو لیکن اس فیصلے کو مبنی بر انصاف نہیں کہا جاسکتا۔

۹/۱۱ کے بعد حزب التحریر کو مسلسل پابندی کی دھمکی دی جاتی رہی ہے اور سخت نگرانی میں رکھا گیا۔ سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر اور ڈیوڈ کیمرون کے دورِ حکومت میں اس پر مکمل پابندی کی کوشش بھی کی گئی لیکن وزارت داخلہ کے وکلا کے فیصلے کے مطابق اسے ان الزامات سے بری الذمہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اسے سرگرمیاں جاری رکھنے دی جائیں۔ حزب التحریر نے دہشت گردی سے متعلق اپنا طرزِ عمل تبدیل نہیں کیا نہ ہی برطانوی قانون میں رہتے ہوئے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اس پر باقاعدہ پابندی فرانسیسی طرز کے ہتھکنڈے کے سوا کچھ نہیں۔

اس ہفتے برطانوی حکومت نے، اسلام مخالف فرانسیسی طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے دہشت گردی کی سخت گیر تشریح کی اور ان مسلمانوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی جو فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی جارحیت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس طرح فلسطینیوں کے حق میں ہونے والے ہفتہ وار مظاہرے کو روکنے کی کوشش کی اور فلسطین کے حق میں آواز بلند کرنے والے افراد کو دہشت گردی سے نتھی کیا گیا۔

دہشت گردی کی نئی تعریف کے مطابق کسی ایسے نظریے کی ترویج کرنا جس کی بنیاد دہشت گردی، نفرت اور عدم برداشت پر ہو، جو کسی کے بنیادی حقوق اور آزادی کی نفی یا اسے پامال کرے یا برطانوی جمہوری نظام، جمہوری حقوق کو تبدیل کرنے، الٹنے یا کمزور کرنے کی کوشش کرے۔ اس میں وہ بھی شامل ہے جو دوسرے کو اس عمل کے لیے ابھارے۔

دہشت گردی کی سابقہ تعریف صرف تشدّد کے عمل کو بیان کرتی ہے۔ جبکہ نئی تعریف زیادہ وسیع تر لیکن بہت ہی محدود ہے۔ یہ تعریف دراصل نظریاتی حوالوں سے تشریح و توضیح کرتی ہے جس کی زَد مسلمانوں کی سیاسی فکر پر پڑتی ہے۔ اس تعریف کے مطابق دہشت گردی کی ذیل میں صرف وہ نہیں آتے جسے حکومت واضح طور پر دہشت گرد قرار دے بلکہ اس میں دہشت گردی کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنے والوں کو بھی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ اقدام برطانوی مسلمانوں کے خلاف ہے۔

فرانس گزشتہ کئی برس سے سیکولرازم کی من مانی تشریح کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ آج برطانیہ بھی ان مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے فرانس کے راستے پر جا نکلا ہے، جو اسرائیلی مظالم کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس وقت فرانس کے مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی تھی جب فرانس کی حکومت نے سیکولرازم کے نام پر ان کے بنیادی حقوق کو غصب کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح برطانیہ کے مسلمانوں کے حق میں امت مسلمہ کھڑی ہوگی، جن کے حقوق کو دہشت گردی کے خلاف جنگ سے تعبیر کر کے سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

گذشتہ ہفتے اپنی تقریر میں حکومت نے کئی اہم مسلم تنظیموں پر انتہا پسندی کی نئی تعریف کا سہارا لے کر پابندی کی سفارش کی ہے۔ برطانیہ کی ایک نمایاں تنظیم نے اس عمل کی مذمت کی ہے۔ دوسری مسلم تنظیموں جیسے 5pillars کو بھی انتہا پسند تنظیموں کی فہرست میں شامل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ 5pillars کے ایڈیٹر نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ یہ حکومت کا کام نہیں کہ وہ آزادیٔ صحافت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے اور انہیں محض اس بنیاد پر مطعون کریں کہ وہ ان کے نظریات سے متفق نہیں جب وہ بزعم خود جمہوریت کے علم بردار کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کئی تنظیموں کے سر پر بھی پابندی کی تلوار لٹک رہی ہے۔ ایک اہم مسجد، اسلامک سینٹر بھی اس کی زد میں ہے۔

برطانوی حکومت کو اس پابندی کا اطلاق کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ یہ شدت پسندی کی بالکل نئی تعبیر ہے۔ ایک سول سوسائٹی کی تنظیم Muslim Engagement and Development (MEND) نے حکومت کے اس عمل کو شدت پسندی کے خلاف مزاحمت اور فتح کہا ہے۔ واضح رہے اس تنظیم کو شدت پسندی سے منسوب تنظیموں کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمیں برطانیہ کے مسلمانوں کی سوچ اور نظریات کی مذمت کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہم برطانوی حکومت کی مسلمانوں کو خاموش کرنے اور انہیں شدت پسندی سے منسوب کرنے کی پالیسی کی مذمت کرتے رہیں گے، خاص طور پر ایسے موقع پر کہ جب برطانوی حکومت غزہ کے مسلمانوں کے خلاف جرم میں برابر کی شریک ہے۔ ہم جب ظلم کے خلاف آواز بلند کریں تو ایسی تمام تنظیموں کو اس میں شامل رکھیں جنھیں بے بنیاد الزامات اور استحصال کا سامنا ہے۔ ایسے موقع پر جب اسلاموفوبیا اور فلسطینی مسلمانوں کے خلاف متعصّبانہ اور ظالمانہ کارروائی عروج پر ہے ہم برطانوی حکومت کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کن مسلمانوں کو اپنے نظریات کی ترویج اور احتجاج کی اجازت دینی ہے اور کن کو نہیں۔ ہم دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ ہمیں برطانیہ کے تمام مذہبی اور نسلی گروہوں کو اس بات پر راغب کرنا چاہیے کہ وہ ان مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کریں جنھیں ہمہ جہتی مشکلات اور متعصّبانہ رویوں کا سامنا ہے۔ ہم مل کر برطانیہ کو انسانیت گریز اور استحصال پر مبنی معاشرہ بننے سے بچا سکتے ہیں۔ (ترجمہ: محمود الحق صدیقی)

Taking a page from the French anti-Islam playbook, UK redefines ‘extremism’.
("AlJazeera". March 19, 2024)

بقیہ: پاکستان اب کس راہ پر گامزن ہوگا؟

ہوسکتا ہے کہ عمران خان اپنے فکر میں رونما ہونے والی تبدیلی کی بنیاد پر جرنیلوں اور مخالف سیاست دانوں سے کھل کر بات کریں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ جیل سے باہر آنے پر عظیم صوفی شاعر جلال الدین رومی کی تعلیمات پر عمل کریں۔ جلال الدین رومی نے کہا تھا ''کل جب میں چالاک تھا تو دنیا کو بدلنا چاہتا تھا۔ اب میں دانا ہوں تو اپنے آپ کو بدل رہا ہوں''۔

(ترجمہ: محمد ابراہیم خان)

"What next for Pakistan?"
("The Economist". March 27, 2024)

پاکستان اب کس راہ پر گامزن ہوگا؟

پاکستان میں حکومت تشکیل پا چکی ہے مگر اُسے محاذ آرائی کی سیاست، ڈگمگاتی معیشت اور دہشت گردی کا سامنا ہے۔

بیشتر پاکستانی سیاست دانوں کے لیے جیل جانا خاصا فائدے کا سَودا ہوتا ہے کیونکہ اِس کے نتیجے میں اُن کی مقبولیت اور قبولیت بڑھ جاتی ہے۔ جیل جانا اُن سیاست دانوں کے لیے خاص طور پر خالص منافع کا سَودا ہوتا ہے جو ملک کے طاقتور جرنیلوں سے ٹکرانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔

پی ٹی آئی کے بانی اور سابق وزیرِاعظم عمران خان آجکل راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں توبہ اور کفارے کے دن گزار رہے ہیں۔ انہیں رواں سال مذہب کے غلط استعمال، کرپشن اور قومی سلامتی سے متعلق الزامات کے تحت ۳۱ سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔

گزشتہ ماہ کے انتخابات کے نتیجے میں پی ٹی آئی کے حمایت یافتہ امیدوار چونکہ قومی اسمبلی میں سب سے بڑا گروپ بن کر ابھرے ہیں، اِس لیے عمران خان بے حد خوش ہیں اور اُن کے اعتماد کا گراف بھی قابلِ رشک حد تک بلند ہوا ہے۔ اُن کی بہن علیمہ خان مزید بتاتی ہیں کہ وہ جیل میں اپنا بیشتر وقت مطالعے اور خود کو فِٹ رکھنے پر صرف کرتے ہیں۔

ایک تنگ جگہ خود کو فِٹ رکھنے کی کوشش پاکستان میں انتخابات کے بعد کی سیاست کے لیے ایک اچھی علامت ہے۔ انتخابات میں پی ٹی آئی کے حمایت یافتہ امیدواروں کی کامیابی نے ثابت کر دیا ہے کہ پارٹی سخت دباؤ میں بھی اچھے نتائج دے سکتی ہے۔ ویسے ایک صوبے میں حکومت بنانے میں کامیاب ہونے پر بھی پی ٹی آئی کے قائدین کو مجموعی طور پر سائڈ لائن کر دیا گیا ہے۔ وزیرِاعظم محمد شہباز شریف کو اسٹیبلشمنٹ کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔

شہباز شریف کو آنے والے چند مہینوں میں تین توانا چیلنجوں کا سامنا ہے۔ پہلا چیلنج تو عمران خان ہیں جو جیل میں ہوتے ہوئے معاملات کو جوں کا توں رہنے دینے کے حق میں نہیں۔ انتخابات میں دھاندلی کے الزام پر پی ٹی آئی کے قائدین اور کارکن مشتعل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں تلافی چاہیں گے، عدالتوں سے انصاف کے لیے رجوع کریں گے اور پُرامن مظاہروں کے لیے سڑکوں پر بھی آئیں گے۔ وہ نئے انتخابات اور عمران خان و دیگر پارٹی رہنماؤں کی رہائی چاہتے ہیں۔ پی ٹی آئی کے سابق صوبائی وزیر تیمور جھگڑا کہتے ہیں کہ مجھے پورا یقین ہے اور کارکن بھی پُراعتماد ہیں کہ گزشتہ ماہ کے انتخابی نتائج پلٹ جائیں گے۔ یہ دعویٰ وہ عدالت میں انتخابی دھاندلی سے متعلق پیش کیے جانے والے شواہد کے حوالے سے کر رہے ہیں۔

پاکستان کے جج اہم سیاسی معاملات میں فوج کی ترجیح کے خلاف کم ہی جاتے ہیں۔ فروری سے اب تک حکومت نے پی ٹی آئی کے طرف سے بڑے مظاہروں کی راہ پولیس کی بھرپور طاقت اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی بندش کے ذریعے روکی ہے۔ آرمی چیف جنرل عاصم منیر کسی بھی طرح کے سمجھوتے کا کوئی اشارہ نہیں دے رہے۔ ٹاپ جرنیلوں کی ایک حالیہ کانفرنس کے بعد فوج نے ایک بیان میں اُن لوگوں کی مذمت کی جو جذباتی اُبال کے ذریعے ملک میں سیاسی عدم استحکام اور بے یقینی پیدا کر رہے ہیں۔ اس کا اشارہ واضح طور پر تحریکِ انصاف کی طرف تھا۔

شہباز شریف اگر کسی نہ کسی طور عمران خان کی طرف سے دباؤ ڈالنے کی کوشش کا سامنا کر بھی لیں تو اُن کے سامنے دوسرا بڑا چیلنج معاشی ابتری دور کرنے کا ہے۔ پاکستانی معیشت ایک ایسے بحران کی زد میں ہے جو کئی سال سے جاری ہے اور ابھی تک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ غیر معمولی قرضوں کے ہوتے ہوئے گزشتہ برس پاکستان کی خام قومی پیداوار (جی ڈی پی) کم ہوئی۔ توازنِ ادائیگی کا بحران بھی موجود تھا یعنی ملک کے پاس اِس قدر زرِ مبادلہ نہ تھا کہ برآمدات پر آسانی سے ادائیگیاں کرتا۔ افراطِ زر (مہنگائی) میں اضافے کی شرح ۴۰ فیصد سالانہ سے زیادہ رہی ہے۔ اب یہ ۲۳ فیصد کی شرح پر آ گری ہے مگر اس سے بھی کچھ زیادہ بہتری نہیں آ رہی کیونکہ لوگوں کا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔

شہباز شریف نے انتخابات سے قبل کم و بیش ۱۶ ماہ تک حکومت کی سربراہی کی اور اس دوران معیشت کو بہتر بنانے کے حوالے سے کام پر توجہ دی۔ اس دوران انہوں نے آئی ایم ایف سے اسٹینڈ بائی ایمرجنسی لون کی مد میں کم و بیش ۳ ارب ڈالر حاصل کیے۔ یہ انتظام اپریل میں ختم ہو رہا ہے۔ شہباز شریف اور ان کے بعد آنے نگراں سیٹ اپ نے مالیاتی سرپلس کے حوالے سے نیک نامی کمائی۔ مگر خیر وہ بھی مطلوب نوعیت کی معاشی اصلاحات نافذ کرنے میں ناکام رہے۔

پاکستان میں متعدد سرکاری ادارے قومی خزانے پر بوجھ بن چکے ہیں۔ اِن میں پاکستان اسٹیل نمایاں ترین ہے۔ نجکاری پر آئی ایم ایف اور دیگر عالمی مالیاتی ادارے زور دیتے آئے ہیں مگر کچھ خاص نہیں کیا جاسکا ہے۔ اب پی آئی اے کی نجکاری حتمی مرحلے میں دکھائی دے رہی ہے۔

انتہائی خسارے سے دوچار سرکاری اداروں کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ آبادی کا ایک بڑا حصہ ٹیکس نیٹ سے باہر ہے۔ تنخواہ دار طبقے کی تنخواہ سے تو انکم ٹیکس منہا کر لیا جاتا ہے مگر جو لوگ سڑک پر کھڑے ہو کر یومیہ چار پانچ ہزار روپے کما کر گھر کی راہ لیتے ہیں اُن سے کچھ نہیں لیا جا رہا۔ بہت سے چھوٹے کاروباری ادارے (ہوٹل، دکان دار وغیرہ) ماہانہ چار پانچ لاکھ یا اِس سے زائد خالص منافع کماتے ہیں مگر ان سے انکم ٹیکس کے نام پر کچھ بھی نہیں وصول نہیں کیا جاتا۔ تنخواہ دار طبقہ چونکہ ڈاکیومینٹڈ ہے اور تنخواہ بینک کے ذریعے دی جاتی ہے اِس لیے حکومت بہت آسانی سے ٹیکس کاٹ لیتی ہے۔

نئی حکومت کو بھی آئی ایم ایف کے آگے دستِ سوال دراز کرنا پڑا ہے۔ اس بار زیادہ بڑا اور طویل المیاد قرضہ درکار ہے۔ اگر معاملات بہ حسن و خوبی طے پا گئے تو پاکستان کی ۷۷ سالہ تاریخ میں یہ آئی ایم ایف سے حاصل کیا جانے والا چھبیسواں بیل آؤٹ ہوگا۔ پاکستان کا شمار آئی ایم ایف سے سب سے زیادہ قرضے لینے والے ملکوں میں ہوتا ہے۔ اس وقت حکومت کو کم و بیش ۶ ارب ڈالر کے قرضے کی ضرورت ہے۔ سابق وفاقی وزیرِ خزانہ مفتاح اسمٰعیل کہتے ہیں کہ قرضہ نہ ملنے کا امکان معدوم ہے کیونکہ ہمارے دشمن بھی نہیں چاہتے کہ ہم ناکام ہوں یا ڈیفالٹ کر جائیں۔

پاکستان کی آبادی ۲۴ کروڑ ۲۰ لاکھ ہے۔ ملک نیوکلیئر کلب کا رکن ہے۔ اِتنے بڑے ملک کی ناکامی بہت مشکل دکھائی دیتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملک میں کرپشن بہت زیادہ ہے۔ قانون کی عمل داری برائے نام رہ گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں حکمرانوں کو ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لیے بیرونی قرضوں پر منحصر رہنا پڑتا ہے۔ ملک کو غیر معمولی معاشی اصلاحات کی ضرورت ہے مگر یہ فی الحال ممکن دکھائی نہیں دیتیں کیونکہ کوئی بھی طبقہ اپنے مفادات سے ذرہ بھر دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔ کسی سرکاری ادارے کو بیچنے کی بات ہوتی ہے تو اُس کے ملازمین کھڑے ہو جاتے ہیں اور عدالت کی راہ لیتے ہیں۔ کسی بھی سطح کے سرکاری ملازمین اپنی تنخواہ

میں کٹوتی یا مراعات میں کمی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

کیا اب کوئی تبدیلی رونما ہوگی؟ وزیر اعظم شہباز شریف نے سینئر بینکر محمد اورنگ زیب خان کو وفاقی وزیر خزانہ مقرر کیا ہے۔ وہ مغرب سے پڑھے ہوئے ہیں۔ اورنگ زیب خان نے عہد کیا ہے کہ وہ قومی معیشت کی راہ میں حائل دیواریں گرا کر دم لیں گے۔ وہ کہتے ہیں بحث وتمحیص میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کام پر توجہ دینا ہوگی اور معاشی اصلاحات بھی نافذ کرنا ہوں گی۔ ابھی یہ واضح نہیں کہ اورنگ زیب خان کو اپنے ارادوں پر عمل کے لیے جو آزادی اور حمایت درکار ہے وہ شہباز شریف اُنہیں دے پائیں گے یا نہیں۔

پی آئی اے کی نجکاری نئے وفاقی وزیر خزانہ کے لیے ایک بڑی آزمائش ہے۔ پی آئی اے کسی زمانے میں بھارت کی سرکاری ایئر لائن سے بڑھ کر خدمات فراہم کیا کرتی تھی۔ پھر کرپشن نے اس ادارے کو چاٹ لیا۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے میں خلیج میں ایمیریٹس اور دیگر ایئر لائنز نے ابھر کر پی آئی اے کے پنپنے کی گنجائش ختم کردی۔ اندرونِ ملک بھی کئی نجی ایئر لائنز ابھریں جن کے باعث پی آئی اے کے لیے مسابقت بہت بڑھ گئی۔ اس کے نتیجے میں پی آئی اے کے شیئرز کی ویلیو نیچے آ گئی۔ ۲۰۱۷ء میں پی آئی اے کے ہر طیارے کی مد میں ۵۵۰ ملازمین تھے جو ضرورت سے ڈھائی گنا تھے۔ اس وقت پی آئی اے پر مجموعی قرضہ تقریباً ۸۲۵/ارب روپے سے زیادہ ہے۔ شہباز شریف نے ایک خصوصی منصوبہ متعارف کرایا ہے جس کے تحت قرضہ ختم کرکے کمپنی کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے گا تا کہ بنیادی آپریشنز والے حصے کو فروخت کے لیے پیش کیا جاسکے۔

پی آئی اے کے کیس سے اُن مشکلات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو پاکستانی معیشت کو پستی اور ناکامی کے گڑھے سے نکلنے نہیں دے رہیں۔ معیشت کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا اب بھی بہت بڑا چیلنج ہے۔ کسی بھی سرکاری ادارے کی نجکاری سے ملازمین اور ان کے خاندان متاثر ہوتے ہیں۔ سرکاری اداروں کی بیشتر بھرتیاں سیاسی بنیاد پر کی گئی ہیں۔ نجکاری کی راہ میں سیاسی جماعتیں بھی روڑے اٹکاتی ہیں۔ خسارے میں انتہائی حد تک ڈوبے ہوئے سرکاری اداروں کی نجکاری کی راہ میں بھی دیواریں کھڑی کی جاتی رہی ہیں۔ دوسری بہت سے اصلاحات عام شہریوں پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہیں اس لیے اُن کی راہ میں بھی رکاوٹیں کھڑی کردی جاتی ہیں۔ یہ سیاسی اعتبار سے حساس معاملات ہیں۔ حکومت چاہتی ہے کہ خوردہ فروشی اور زرعی شعبے پر ٹیکس لگایا جائے مگر معاملے کی حسّاسیت اُسے ایسا نہیں کرنے دیتی۔ خوردہ فروشوں پر ٹیکس لگانے کی تازہ ترین کوششیں بھی زیادہ کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔ حکومت جب بھی معاشی اصلاحات کے لیے سبسڈی ختم کرنے جیسے اقدامات کرتی ہے تو سوشل میڈیا پر احتجاج کا سیلاب سا آجاتا ہے۔ سیاسی جماعتیں اپنے مفادات کو داؤ پر لگتا دیکھ کر میدان میں آجاتی ہیں اور عوام کے جذبات کا بھرپور فائدہ اٹھاتی ہیں۔

پاکستان میں فوج کے زیرِ تصرف رہنے والی محدود نوعیت کی جمہوریت بھی سویلین رہنماؤں کو بے باک نوعیت کے اقدامات سے باز رکھتی ہے۔ عمران خان کا عروج اور زوال اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ ۲۰۱۸ء میں یہ تاثر بہت عام تھا کہ انہیں فوج کی بھرپور حمایت کے تحت اقتدار دیا گیا ہے۔ چار سال بعد وہ عمران خان کی برطرفی کی پُشت پر بھی دکھائی دی۔

حکومت کے لیے تیسرا بڑا چیلنج دہشت گردی سے نپٹنے کا ہے۔ کالعدم تحریکِ طالبان پاکستان نے سرگرمیاں تیز کردی ہیں۔ پانچ چینی انجینئرز کی ہلاکت پاکستان کے لیے بہت نازک لمحہ ہے۔ چین بھی اِس حوالے سے بہت خفا سا لگتا ہے مگر پھر بھی اُس نے پاکستان کا ساتھ نہ چھوڑنے کا عزم دہرایا ہے۔

۲۰۲۱ء میں کابل میں طالبان تحریک کی حکومت قائم ہونے کے بعد سے پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ ان حملوں میں ۲۲۰۰ سے زائد افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ان میں سیکیورٹی فورسز کے اہلکار اور افسران بھی شامل ہیں۔ ۱۶/مارچ کو افغان سرحد سے ملحق علاقے میں ہونے والی دہشت گردی میں پاکستان کے سات سپاہی لقمۂ اجل ہوئے۔ پاکستانی لڑاکا طیاروں نے جواب میں افغانستان کی حدود میں دہشت گردوں کے ٹھکانوں پر بمباری کی۔

پاکستان میں دہشت گردی بڑھنے کا خطرہ برقرار ہے۔ پاکستان کے وزیر دفاع خواجہ آصف نے طالبان حکومت پر کالعدم ٹی ٹی پی کو امداد اور پناہ دینے کا الزام عائد کیا ہے۔ پاکستان نے دو سال تک کابل میں طالبان انتظامیہ کو اس معاملے پر متوجہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے مگر اب تک کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ سفارت بھی آزمائی گئی ہے اور تجارت بھی روکی گئی ہے۔ افغان مہاجرین کو پاکستان سے نکالا بھی گیا ہے اور دہشت گردوں کے خلاف کارروائیاں بھی کی گئی ہیں۔

شہباز شریف نے فوج سے بنا کر رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ کابل میں طالبان حکومت سے ڈیلنگ کا اختیار یا ذمہ داری آرمی چیف جنرل عاصم منیر کا معاملہ ہے۔ خلیجی ریاستوں اور چین سے خوشگوار تعلقات برقرار رکھنا اُن کے نزدیک سب سے بڑی ترجیحات ہیں۔ اس حوالے سے وہ زیادہ دلچسپی لیتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی پیش رَو سے زیادہ نرم ہیں۔ ۲۰ مارچ کو سعودی عرب کا دورہ بھی کیا ہے اور گزشتہ برس امریکا کا دورہ بھی کیا تھا۔

پاکستان کو اس وقت چین پر زیادہ انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر امریکا سے تعلقات بہتر ہوں تو ہر معاملے میں چین کی طرف دیکھنے اور جُھکنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور آئی ایم ایف سے ڈیلنگ بھی آسان ہوجائے گی۔

جنرل عاصم منیر قومی معیشت پر زیادہ تصرف چاہتے ہیں۔ گزشتہ برس انہوں نے اسپیشل انویسٹمنٹ فیسیلیٹیشن کونسل قائم کی، جس میں وہ خود بھی شامل ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ یہ کونسل ایسا کاروبار دوست ماحول تیار کرے گی جس میں بیرونی سرمایہ کاروں کو آگے بڑھنے کے لیے زیادہ تاخیری طریقِ کار کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اس کونسل کے قیام کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ خلیجی ممالک سے زیادہ سے زیادہ بلا واسطہ سرمایہ کاری پاکستان میں آئے۔ اس نوعیت کے اقدامات میں زیادہ کامیابی اُس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک ملک کا مقبول ترین سیاسی رہنما جیل میں ہے اور اُس کے حامی معاملات کی درستی کے لیے احتجاج کررہے ہیں۔

پاکستان کا ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ کارگر سیاسی اتفاقِ رائے ممکن نہیں ہو پارہا۔ پی ٹی آئی کے سابق صوبائی وزیر تیمور جھگڑا کہتے ہیں کہ ہماری معیشت دگرگوں اس لیے ہے کہ ہم ہر ڈھائی تین سال کے بعد سب کچھ تباہ کرنے والا بٹن دباتے ہیں اور پھر زیرو پوائنٹ پر آجاتے ہیں۔

کسی بھی مسئلے کو سمجھنے اور اُسے حل کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اگر عمران خان سیاسی بحالی چاہتے ہیں تو انہیں ممکنہ طور پر یا تو جنرل عاصم منیر سے آشیرواد لینا ہوگی یا پھر بڑی سیاسی جماعتوں سے مصالحت اور مفاہمت کا معاہدہ کرنا پڑے گا۔ اس وقت اِن دونوں میں سے کوئی بھی معاملہ ممکن دکھائی نہیں دے رہا۔

عمران خان کی طلسماتی شخصیت اور سرکشی نے تحریکِ انصاف اور ملک کو رولر کوسٹر رائڈ فراہم کی ہے۔ عمران خان نے اپنی بہن علیمہ خان کو بتایا ہے ''میں زیادہ سے زیادہ علم کے حصول کے لیے کوشاں ہوں۔ جیل میں مجھے تاریخ، سیاست اور صوفی اِزم کے بارے میں پڑھنے کا موقع ملا ہے۔''

باقی صفحہ نمبر ۴

مودی سرکار کا نیا، مذموم ہتھیار

ابوصباحت

کسی بھی حکومت کو سب سے زیادہ فکر اپنے برقرار رکھنے کی لاحق ہوا کرتی ہے۔ مودی سرکار کا بھی یہی معاملہ ہے۔ کوئی بھی حکومت اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے کسی بھی حد سے گزرنے کو آمادہ و مضطرب رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مودی سرکار بھی اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے کسی بھی حد سے گزرنے کو تیار ہے۔ اس معاملے میں وہ کسی بھی درجے میں شرم وحیا کو قبول وتسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

فی زمانہ ہر طرح کے میڈیا کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنے کے لیے ہر حکومت ہر وقت تیار رہتی ہے۔ مودی سرکار نے بھی میڈیا کو اپنی مٹھی میں رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ کوشش اب بالی وُڈ کو بھی اپنے احاطے میں لے چکی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ بالی وُڈ کو مخصوص نظریات کی تبلیغ یا پروپیگنڈے کے لیے کبھی استعمال ہی نہیں کیا گیا اور بی جے پی نے کوئی انوکھا کام کیا ہے۔ ہر فلم کسی نہ کسی خیال ہی کو پیش کر رہی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیے تو ہر فلم کسی نہ کسی حد تک تبلیغ ہی کا کام کر رہی ہوتی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بالی وُڈ میں ہندو دیو مالائی کہانیوں پر مبنی فلمیں بنا کرتی تھیں اور انہیں پسند بھی بہت کیا جاتا تھا۔ یہ فلمیں اصلاً اصلاحی نوعیت کی ہوتی تھیں۔ اِنہیں ہر مذہب کے لوگ دیکھ لیتے تھے کیونکہ اِن میں کسی خاص نظریے کی تبلیغ کے بجائے معاشرے کی مجموعی اصلاح پر زور دیا جاتا تھا۔

پھر ایسی فلموں کا دور بھی آیا جن میں قدیم اور درمیانی زمانوں کے ہندو بادشاہوں کے حالاتِ زندگی اور کارنامے پیش کیے جاتے ہیں اِن فلموں میں مجموعی طور پر کسی مذہب یا نسل کو نشانہ بنانے کے بجائے مرکزی کردار کی عظمت بیان کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔ ایسی فلمیں بھی بہت پسند کی گئیں۔ اُسی دور میں مسلم عہدِ رفتہ سے متعلق بھی بہت سی فلمیں بنائی گئیں۔ اِن فلموں میں بھارت کے مسلم شہنشاہوں کے حالاتِ زندگی اور کارنامے بیان کیے گئے۔ اِن فلموں کو ہندو اور دیگر غیر مسلم بھی دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں بھارت تقسیم ہوا تو آزادی کی تحریک سے متعلق فلموں کا سلسلہ شروع ہوا۔ حب الوطنی پر زور دینے والی یہ فلمیں ڈھائی تین عشروں تک غیر معمولی مقبولیت سے ہم کنار ہوئیں۔ ان میں مین اسٹریم سینما کی فلمیں بھی شامل تھیں۔ فلم ساز وطن پرست تھے اور فلموں میں وطن سے محبت کا جذبہ اجاگر کرنے کا خاص خیال رکھتے تھے۔ معاشرے کی خرابیاں ضرور بیان کی جاتی تھیں اور حکومت پر شدید نکتہ چینی بھی ضرور کی جاتی تھی تاہم وطن سے نفرت کی گنجائش نہیں رکھی جاتی تھی۔

وہ تمام زمانے لد چکے۔ اب فلموں کو صرف پروپیگنڈا مشینری کے طور پر بروئے کار لانے پر زور ہے۔ دو عشروں کے دوران بھارت میں ایسی فلمیں کثرت سے بنائی گئی ہیں جن میں کسی ایک نظریے کی طرف واضح جھکاؤ ملتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی نسل، مذہب یا ثقافت کو نشانہ بنانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ انتہا پسند ہندوؤں کو عروج ملنے سے فلموں میں بھی انتہا پسندی در آئی ہے۔ کئی بڑے فلم سازوں نے ایسی فلمیں بنائی ہیں جن میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

انتہا پسند ہندوؤں کی بنیادی تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی چھتری تلے کام کرنے والی انتہا پسند ہندو تنظیمیں ''سنگھ پریوار'' کہلاتی ہیں۔ سنگھ پریوار کی چھتری تلے بھارتیہ جنتا پارٹی نے ملک پر کئی بار حکومت کی ہے۔ اس وقت بھی بھارت پر بی جے پی کا راج ہے۔ بھارت کے وزیر اعظم نریندر مودی دو بار وزیر اعظم بن چکے ہیں اور اب مسلسل تیسری بار بھی اقتدار پانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اس کوشش میں اُنہوں نے بہت سے محاذ کھولے ہیں تاکہ بی جے پی کا ووٹ بینک زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاسکے۔

بی جے پی کا ووٹ بینک مضبوط تر بنانے کے لیے دوسرے بہت سے ذرائع کے ساتھ ساتھ بالی وُڈ سے بھی مدد لی جارہی ہے۔ بالی وُڈ کو اس جنگ میں اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ نریندر مودی اور اُن کے ساتھیوں نے بالی وُڈ میں ایسی فلموں کی تیاری پر توجہ دی ہے جن میں بھارتی معاشرے کو ہندو انتہا پسندی کے فوائد کے بارے میں بتانا مقصود ہے۔ مقبوضہ جموں وکشمیر کو بھارت کا حصہ بنانے کے فوائد گنوائے جارہے ہیں۔ اقلیتوں سے ڈرایا جارہا ہے۔ عام ہندو کو ہر دور میں یہ ڈراوا دکھایا گیا ہے کہ اگر وہ ہندو دھرم کو اپنانے کے بارے میں سنجیدہ نہ ہوئے تو بھارت میں موجود تمام اقلیتیں مل کر اُنہیں اقتدار سے محروم کردیں گی اور بھارت ہندو اکثریت والا اور ہندو دھرم کا حامل ملک نہ رہے گا۔

۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۰ء کی دہائی تک ایسی بہت سی فلمیں بنائی گئیں جو حب الوطنی کے جذبے کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان سے نفرت پیدا کرنے کے لیے بھی تھیں۔ ان میں بھارت سے محبت پر کم اور پاکستان سے نفرت پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ بہت سی فلموں کو مسلمانوں کو جرائم پیشہ اور غدار کے روپ میں پیش کیا جاتا رہا تاکہ عام ہندو ہر مسلمان کو شک کی نظر سے دیکھے اور اُس کی حب الوطنی پر یقین کرنے کو تیار نہ ہو۔

اب بی جے پی کے جھنڈے تلے ایسی فلمیں بنائی جارہی ہیں جن میں ہندو دھرم کی عظمت کے گُن گانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے نفرت کا جنون پروان چڑھایا جارہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دیگر اقلیتوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش بھی کی جارہی ہے۔ اس کوشش کا بنیادی مقصد عام ہندوؤں کو یہ باور کرانا ہے کہ اس دیش میں اگر کوئی اُن سے مخلص ہے تو صرف بی جے پی ہے جو اُن کی ہندو شناخت کو زندہ رکھنا چاہتی ہے، اُن کی نجات دہندہ ہے۔

مقبوضہ جموں وکشمیر کو بھارت کا حصہ بنانے سے متعلق مودی سرکار کے اقدام کو درست قرار دینے کے لیے بھی بالی وُڈ کا سہارا لیا گیا ہے۔ پہلے ''کشمیر فائل''، ''حیدر'' اور دوسری بہت سی فلمیں بنائی گئیں اور اب آرٹیکل ۳۷۰ کے ذریعے عام ہندوؤں کو باور کرایا گیا ہے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنا بالکل درست تھا کیونکہ اس خطے کو بھارت کا حصہ ہونا ہی چاہیے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کو یہ بالکل پسند نہیں کہ ہندو لڑکیاں اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کرکے مسلم، مسیحی یا سِکھ بنیں۔ مسلمانوں کو اس معاملے میں خصوصی طور پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ ہندو لڑکیوں کے قبولِ اسلام اور مسلم لڑکوں سے اُن کی شادی کو ''لو جہاد'' کا نام دے کر ملک بھر میں مسلمانوں سے نفرت کی نئی لہر دوڑانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ ایسی ہی ایک فلم ''اے کیرالا اسٹوری'' ہے۔ یہ فلم بھارتیہ جنتا پارٹی کے پروپیگنڈا ونگ کی پیداوار ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بی جے پی کی حکومت والی تین ریاستوں میں اس فلم پر سے تفریحی ٹیکس ختم کردیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ دیکھیں۔ علاوہ ازیں بی جے پی کے عہدیداروں اور کارکنوں نے اس فلم کی خصوصی اسکریننگ کا بھی اہتمام کیا۔ بی جے پی نے

ملک بھر میں ''لَو جہاد'' روکنے کے نام پر مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

۲۲ مارچ ۲۰۲۴ء کو اداکار رندیپ ہڈا کی فلم ''سوتنتر تا ویر ساورکر'' ریلیز کی گئی ہے۔ یہ فلم بھارت کی تمام بنیاد پرست اور انتہا پسند ہندو تنظیموں کی سربراہ یا پیرنٹ آرگنائزیشن راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے بانی ونا یک دامودر ساورکر کے حالاتِ زندگی اور ''کارناموں'' کے بیان پر مبنی ہے۔ انگریزی میں ایسی فلموں کو biopic کہا جاتا ہے۔ اس biopic میں ونا یک دامودر ساورکر کو بھارت کی جنگِ آزادی کا حقیقی ہیرو بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں اِتنی شدت ہے کہ بھارت کے بابائے قوم موہن داس کرم چند گاندھی کی شخصیت بھی دُھندلا سی گئی ہے۔

ویر ساورکر کو بھارت کا اصلی ہیرو بنا کر پیش کرنے کی کوشش تاریخ کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کے سوا کچھ نہیں کیونکہ بھارت کی آزادی کی اصل لڑائی تو سیکولر اور کمیونسٹ قائدین نے لڑی۔ پنڈت جواہر لعل نہرو خالص سوشلسٹ اور کمیونسٹ تھے۔ انہوں نے ہندو بنیاد پرستی کے خطرے سے کئی بار خبردار کیا تھا۔ اُن کا کہنا تھا کہ بھارت کے لیے اصل خطرہ پاکستان ہے نہ اسلام بلکہ ہندو بنیاد پرستی ہے۔ اُن کی بات بالکل درست ثابت ہوئی۔ آج بھارت ہندو انتہا پسندوں کے نرغے میں ہے۔ اُس کی تاریخ بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے اور تہذیب بھی۔ ایسا نہیں ہے کہ ہندو تہذیب میں عالمگیر اخلاق اصول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی اصل میں ہندو تہذیب بھی بہت وسیع اور گہرے مفاہیم کی حامل ہیں۔ قدیم بھارت میں محض ذات پات کا نظام ہی نہ تھا جسے بنیاد بنا کر اُسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے بلکہ عظیم مفکرین بھی پیدا ہوئے اور فکر و نظر کا سرمایہ چھوڑ گئے۔ انتہا پسند ہندو اس ورثے کو مکمل طور پر تلف کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے آکر ہندوؤں کو کچلا، دبوچا اور اُن پر بزور حکومت کی۔

یہ الزام اِس لیے بے بنیاد ہے کہ مسلمان بہت کم تعداد میں تھے اور اِتنی کم تعداد میں ہوتے ہوئے وہ بھارت پر حکومت کر ہی نہیں سکتے تھے۔ وسیع و عریض پر حکومت کرنا قلیل تعداد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے اُسی وقت ممکن تھا جب یہاں کے لوگ ساتھ دیتے، مسلمانوں کے خیالات اور نظریات کے علاوہ دین کو بھی قبول کرتے، اُن سے تعصب نہ برتتے اور اُنہیں اپنے لیے بہت حد تک سہارا بلکہ نجات دہندہ تصور کرتے۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ مسلمانوں نے بھارت کے ہندو معاشرے میں پائی جانے والی شکست و ریخت کی وجوہ کا اندازہ لگا کر ایسا نظام دیا جس میں انصاف بھی تھا اور باہمی احترام بھی۔ مسلمانوں نے ذات پات کے نظام کو خیرباد کہتے ہوئے ایسا نظامِ زندگی دیا جس میں سب کے لیے پنپنے کی گنجائش تھی۔

تنگ نظر ہندو دانشور اس حقیقت کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ مسلمانوں نے بھارتی معاشرے کو تبدیل کیا، اُس کی خامیاں دور کیں، اُس میں اتحاد و یگانگت کو تحریک دی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بھارت کو حقیقی معنوں میں ایک ملک کی حیثیت دی۔ اُن سے قبل بھارت چھوٹی چھوٹی ریاستوں یعنی رجواڑوں کا مجموعہ تھا۔ یہ رجواڑے آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اُن کے درمیان لڑائیاں عشروں تک چلتی رہتی تھیں۔ ملک بھر میں چھوٹی بڑی ریاستوں کی مجموعی تعداد کم و بیش ۵۰۰ تھی۔

ہندو انتہا پسند ایک زمانے سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ بھارت میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا جبکہ غیر جانب اور انصاف پسند ہندو دانشور اور تاریخ دان یہ ماننے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کہ وسطِ ایشیا اور ایشیائے کوچک کے بادشاہوں کے حملوں سے بہت پہلے بھارت کے طول و عرض میں اسلام پھیل چکا تھا اور ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

ہندو بادشاہوں کی عظمت کے ترانے گانے والی فلمیں بنانے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت ابھارنے والی فلمیں بنانے میں تو بہت فرق ہے۔ چند برس پہلے تک حب الوطنی کو پروان چڑھانے والی اور فوجیوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے والی فلموں کا زور تھا۔ وہاں تک تو بات درست تھی مگر پھر مسلمانوں کو نشانے پر لے لیا گیا۔ اب بی جے پی نے بالی وُڈ کے بڑے فلم سازوں کو ہاتھ میں لے لیا ہے۔ ایسی فلمیں بنائی جارہی ہیں جن سے معاشرے میں صرف تقسیم بڑھ رہی ہے۔

مودی سرکار کا اب صرف ایجنڈا رہ گیا ہے۔۔۔ کسی نہ کسی طور نریندر مودی کو ہندو قوم کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ ہندو دھرم کو اگر کوئی بچا سکتا ہے وہ صرف اور صرف نریندر مودی ہے۔ اس کے نتیجے میں بالی وُڈ کی فلم ساز مشینری کو ٹھیکہ دے دیا گیا ہے۔ فلمساز مشینری میں سے فلم بن بن کر نکل رہی ہیں اور معاشرے کو گندا کررہی ہیں۔

بھارت میں سیکولر مزاج رکھنے والے انصاف پسند اور غیر جانبدار اہلِ علم و فن کو اس مرحلے میں خاموش رہنے کے بجائے اپنا کردار ادا کرنا ہے یعنی آگے بڑھ کر اس طوفانِ بدتمیزی کو روکنا ہے۔ انتخابی مہم زور پکڑ رہی ہے۔ ساتھ ہی ہندو انتہا پسندی کو تمام مسائل کا حل قرار دینے والی فارمولا فلموں کی نمائش بھی زور پکڑ رہی ہے۔ اپریل میں ایسی کئی فلمیں ریلیز ہونے والی ہیں جن میں ہندو انتہا پسندی، بی جے پی سرکار اور نریندر مودی کی شخصیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ ثابت ہو چکا ہے۔ ہندو انتہا پسندی بھارتی معاشرے اور ریاستی نظم و ضبط کے لیے سب سے بڑے خطرے کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔ اس خطرے کا مؤثر طور پر سامنا کرنے کے لیے اب بھارت میں سیکولر مزاج رکھنے والوں کو کمر کس کر میدان میں آنا ہی پڑے گا۔

بقیہ: یورپی معیشت خطرے میں ہے!

میں سات ممالک کی طرف سے کلاؤڈ کمپیوٹنگ کی مد میں سرکاری فنڈز سے ایک ارب ۲۰ کروڑ یورو کی منظوری دی ہے۔ معروف تھنک ٹینک میکنزے گلوبل انسٹیٹیوٹ کا کہنا ہے کہ یہ رقم ایمیزون ویب سروس کی سالانہ سرمایہ کاری کے ۴ فیصد کے مساوی ہے۔ صفِ اول کی ٹیکنالوجیز میں بیشتر پیٹنٹس امریکی اور چینی کمپنیوں کے ہیں۔ یورپی یونین کی آبادی اچھی خاصی ہے مگر پھر بھی وہ تکنیکی پیش رفت میں زیادہ آگے نہیں جا پا رہی۔ اندرونی تجارت بھی زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔ یہی حال خدمات کے شعبے کا بھی ہے۔

یورپ میں بھی انتہائی نوعیت کی قوم پرستی بڑھ رہی ہے۔ جب عوامی مزاج کا حامل دایاں بازو تیزی سے ابھر رہا ہو تب کوئی بھی سیاست دان بے روزگاری کو بڑھاوا دینے والے اقدامات نہیں کرسکتا۔ کیپٹل مارکیٹ کو گہرائی دینے والے یا الیکٹریسٹی مارکیٹس کو آپس میں جوڑنے والے اقدامات آسانی سے کچھ دیتے نہیں۔ برسلز اور پیرس میں سبسڈیز اور پروٹیکشن اِزم کی دیگر شکلیں تیزی سے پنپ رہی ہیں تاہم اِن سے کچھ خاص فائدہ ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ سیاسی عدم استحکام جاری رہا تو چین الیکٹرک گاڑیوں سے لدے جہاز بھیجتا رہے گا۔

(ترجمہ: ابوصباحت)

"Europe's economy in under attack from all sides". ("The Economist". March 26, 2024)

بھارت تیزی سے آمریت کی طرف رواں

Yamini Aiyar

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے جس میں اکثریت کی رائے کے مطابق حکومت تشکیل پاتی ہے مگر بھارت میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اکثریت کو ہر معاملے میں باقی تمام لوگوں پر فوقیت دینے کی گھناؤنی مشق کے سوا کچھ نہیں۔ نئی دہلی کی پالیسی اسکالر یامنی ائیر (Yamini Aiyar) کہتی ہیں کہ مودی سرکار نے بھارت میں جمہوریت کو انتہائی نقصان سے دوچار کیا ہے۔ معروف برطانوی جریدے دی اکنامسٹ کے زیرِنظر مضمون میں اِسی پر بحث کی گئی ہے۔

بھارت میں اٹھارہویں انتخابات کی تیاریاں جاری ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ملک پر انتہائی خودسر قسم کی آمریت کا خطرہ بھی منڈلا رہا ہے۔ یہ خطرہ اس لیے زیادہ پریشان کن ہے کہ یہ آمریت کو جمہوریت کے نام پر پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ نریندر مودی کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی مسلسل تیسری بار انتخابی فتح کے لیے تیار ہے۔ رائے عامہ کے جائزوں سے معلوم ہوا ہے کہ نریندر مودی مقبولیت کے بامِ عروج پر ہیں۔ اُن کی طرزِ حکمرانی اور مجموعی کارکردگی کا معاملہ البتہ مختلف ہے۔ وہ خاصے جارحانہ انداز سے مرکز کی حکمرانی اور بالادستی پر یقین رکھتے ہیں۔ ایک طرف انہوں نے ذاتی مقبولیت کو کیش کرایا ہے اور دوسری طرف انتہائی دائیں بازو کی سوچ یعنی ہندو انتہا پسندی کو بھی خصوصی طور پر بروئے کار لاکر جمہوریت کو گہنایا ہے۔ اگر یہ رجحان نہ رُکا یا نہ روکا گیا تو بھارت میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی عواقب انتہائی خطرناک اور گھناؤنے ہوں گے۔

سب سے زیادہ پریشان کن امر یہ ہے کہ بھارت میں سیاسی اپوزیشن، میڈیا، اہلِ فکر ونظر اور سول سوسائٹی کے لیے کُھل کر اظہارِ خیال کرنے کی گنجائش ختم ہوتی جارہی ہے۔ حقیقی جمہوریت کو خیالات اور پالیسی کے متحرک اور آزاد مقابلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت تفتیشی اداروں، ٹیکس کے قوانین، انسدادِ دہشت گردی کے قوانین اور غیرسرکاری تنظیموں کو ملنے والے بیرونی فنڈز سے متعلق قوانین کے ذریعے اپوزیشن کے سیاست دانوں کو دبانے اور مخالفت میں اٹھنے والی ہر آواز کو مجرم قرار دینے پر تُلی ہوئی ہے۔ دہلی کے وزیرِاعلیٰ اروند کجریوال کی گرفتاری کو اس سلسلے میں سب سے گھناؤنی مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔ وہ انتہائی مقبول شخصیت ہیں۔ اُنہیں ایسے وقت گرفتار کیا گیا ہے جب ملک بھر میں انتخابی مہم تیزی سے زور پکڑ رہی ہے یعنی سیاسی ماحول کا درجۂ حرارت بلند ہوتا جارہا ہے۔

سیاسی مرکزیت کی نئی، خطرناک اور پریشان کن شکلوں کو جائز بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دو ریاستی حکومتوں کو آزاد وخودمختار حیثیت میں کام کرنے کے اختیارات سے محروم کرکے مرکز کے براہِ راست کنٹرول میں لایا گیا ہے۔ پہلے (مقبوضہ) جموں وکشمیر کے معاملے میں ایسا ہوا جب اُس کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرکے اُسے انڈین یونین کا باضابطہ حصہ بنالیا گیا۔ اس کے بعد دہلی کی باری آئی۔ ایسا انتظامی کلچر پروان چڑھایا جارہا ہے جو وزیرِاعظم نریندر مودی کی شخصیت کو گاڈفادر اور دیوتا کی سی حیثیت دینے کی طرف بڑھ رہا ہے اور ایک زمانے سے تسلیم شدہ مثبت حقیقت کے طور پر چلے آرہے مرکزی اشتراکِ عمل اور مرکز وریاستوں کے درمیان پائے جانے والے احساسِ ذمہ داری کے اصول کو داؤ پر لگا رہا ہے۔ پارلیمنٹ غوروفکر کی منزل سے کم ہی گزر رہی ہے اور عدلیہ شہریوں کی حقیقی آزادیوں کے حوالے سے اچھی خاصی نیم دلی کا مظاہرہ کررہی ہے۔

اس حقیقت سے اب کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ بھارت میں جمہوریت مرکز میں سمٹ گئی ہے اور طرزِ حکومت میں آمریت درآئی ہے۔ اختلاف کی گنجائش نہیں چھوڑی جارہی۔ اس کے اثرات پر گہرے غوروفکر کی ضرورت ہے۔

سیاسی میدان میں مرکز کی سطح پر انتہائی نوعیت کی صورتحال پیدا ہورہی ہے، جس کے نتیجے میں مختلف محاذوں پر تصادم ہوسکتا ہے۔ بھارت کو ایسے تنگ نظر اور زیادہ طاقتور مرکز کے ذریعے نہیں چلایا جاسکتا جو یونین یا مرکز کی اکائیوں کو نظرانداز کرتا ہو۔ بھارت میں نسلی، لسانی اور مذہبی تنوع غیرمعمولی ہے۔ ایسے میں لازم ہے کہ سب کو کھپانے کی کوشش کی جائے، کسی کی حق تلفی کی راہ ہموار نہ ہونے دی جائے۔ بھارت میں مرکزی یا وفاقی نظام نے قومی ریاست کے فریم ورک میں رہتے ہوئے متنوع شناخت کو اُبھرنے اور پنپنے کا موقع دیا ہے۔

ہندو انتہا پسندی تنوع کو پسند اور برداشت نہیں کرتی۔ اس وقت مرکز اور ریاست دونوں ہی سطحوں پر صرف بی جے پی کی بات ہورہی ہے۔ بی جے پی کسی اور کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ایک قوم کا تصور دُھندلا پڑ رہا ہے۔ یہ نظریاتی ڈھانچا لسانی، نسلی اور مذہبی شناخت کے لیے درکار سیاسی ساکھ کو تیزی سے ختم کر رہا ہے۔ منی پور میں اِس کا خوب نظارہ کیا جاسکتا ہے جہاں نسلی بنیاد پر فسادات ایک سال تک جاری رہے ہیں۔

معاشی تفاوت کا گراف بھی بلند ہو رہا ہے۔ جنوب کی ریاستیں آبادی میں کم ہیں مگر زیادہ خوشحال ہیں جبکہ شمال کی ریاستوں میں آبادی زیادہ ہے اور لوگوں کی معاشی الجھنیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ شمالی بھارت ٹیکسوں میں اپنا حصہ پوری دیانت سے ادا نہیں کر رہا مگر اقتدار پر اُس کی گرفت زیادہ مضبوط ہے۔ مرکز میں جنوبی، مشرقی اور شمال مشرقی ریاستوں کی نمائندگی گھٹ گئی ہے۔ علاوہ ازیں معاشی ترقی اور نیشنل مارکیٹ کے ابھرنے سے بین الریاستی تعاون اور رابطہ کاری میں الجھنیں بڑھ رہی ہیں۔ بھارت کو مرکز یا وفاق کی سطح پر نئے معاہدے کی ضرورت ہے۔ مضبوط اور غیرجانب دار مرکزی ادارے ملک کی بنیادی ضرورت ہیں۔ اس کے بجائے مضبوط مرکز کے لیے بی جے پی کی بے تابی اور بھوک محاذ آرائی سے بھرپور ایک ایسے سیاسی ڈھانچے کی راہ ہموار کر رہی ہے جس میں اتفاقِ رائے اور اشتراکِ عمل بہت مشکل ہے۔

جدید ترین ٹیکنالوجی نے ایک نئی طرز کی سیاستِ بہبود کو جنم دیا ہے۔ قدیم ڈھانچے میں مقامی رہنماؤں اور ریاستی سطح کے حکمرانوں اور حکام کے درمیان اشتراکِ عمل ہوا کرتا تھا۔ اب نریندر مودی کو بُت بناکر پوجا جارہا ہے، سب کچھ اُن کے آستانے پر قربان کیا جارہا ہے۔ اب حکومتی سطح پر جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اُس کا سب سے زیادہ فائدہ نریندر مودی کو پہنچ رہا ہے، اُن کی شخصیت پنپ رہی ہے اور وہی سیاہ وسفید کے مالک ہوتے جارہے ہیں۔ ترقیاتی منصوبوں کو ذاتی سطح پر ضمانتوں کا درجہ دیا جارہا ہے۔ ہر ترقیاتی منصوبے کو نریندر مودی سے وابستہ کیا جارہا ہے۔

سیاسی تجزیہ کار نیلانجن سرکار نے اِسے بھروسے کی سیاست قرار دیا ہے یعنی ایسی سیاست جس میں لوگ اپنے سیاسی رہنما کو دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ اس طرز کی سیاست میں لوگ اپنے سیاسی رہنما پر ایسا بھروسا رکھتے ہیں کہ بہبودِ عامہ

کے تمام منصوبے رہنما کی شخصیت کو پروان چڑھانے پر صَرف ہوتے ہیں۔ سیاسی قائد کو کنگ آئل سے کوکنگ گیس، تک ہر معاملے میں سارا کریڈٹ خود لیتا ہے۔ ایسے ماحول میں عوام کو بہبودِ عامہ کے نام پر جو کچھ بھی ملتا ہے، وہ ریاست کی طرف سے اپنی ذمہ داری کے ادا کیے جانے کی ایک شکل سے زیادہ سیاسی رہنما کی طرف سے عوام کو ملنے والی خیرات کے ذیل میں ہوتا ہے۔ ملک کے باشندے مقامی یا ریاستی سطح کے قائدین سے بہبودِ عامہ میں وسیع تر کردار ادا کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ احتساب کی بات بھی کرتے ہیں یعنی حکومتی یا قومی خزانے سے جو کچھ بھی خرچ کیا جائے اس کا حساب کتاب ہونا چاہیے۔ آج یہ سب کچھ مرکز میں سمٹی ہوئی وشواس یعنی بھروسے کی سیاست کی چوکھٹ پر قربان کیا جا رہا ہے۔

معاشرتی سطح پر دیکھیے تو بھارت کے ۲۰ کروڑ سے زائد مسلمانوں کے خلاف نفرت کو پروان چڑھانے میں ہندو انتہا پسندی نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ سیاسی سطح پر مباحث کی گنجائش اس قدر کم کر دی گئی ہے کہ اگر کوئی حکومت پر تنقید کرے تو اُسے قوم کا دشمن قرار دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی اور دیر بھی نہیں لگائی جاتی۔ اگر کوئی سیکولرازم کے لیے آواز اٹھائے تو اُسے ہندوؤں کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ آئین کے آدرشوں (سیکولرازم اور مساوی شہریت) کو بلند مقام دینے کے بجائے آج ریاست ۲۰ کروڑ سے زائد مسلمانوں کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے، ان کے مکانات گرا رہی ہے اور مسلم مخالف قوانین نافذ کر رہی ہے جبکہ ساتھ ہی ساتھ ریاست کو چلانے والے ڈھانچے کو ہندو نواز بنانے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے۔

بھارت کا سیکولرازم ریاست اور مذہب کے درمیان واضح فرق کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہ نوآبادیاتی نظام کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں اپنی جڑیں رکھتا ہے۔ اس جدوجہد میں ہر مذہب، رنگ اور نسل کے لوگوں نے مل کر حصہ لیا تھا۔ سیکولرازم نے مذہب کو سیاست میں داخل کرنے کے حوالے سے تریاق کا کام کیا۔

جن معاشروں میں بہت سے مذاہب کارفرما ہوں وہاں امن اور رواداری کے لیے سیکولرازم لازم ہے۔ آزاد بھارت میں سیکولرازم، آزادی اور مساوات کے آدرش بھارت کو عالمی سطح پر بلند مقام دلانے والے حقائق تھے۔ یہ سب کچھ اب خطرے سے دوچار ہے۔ بھارت کی اشرافیہ اور اپوزیشن کی سیاسی جماعتیں بھی سیکولرازم کے دفاع کے حوالے سے نیم دِلی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

آج بیشتر سیاسی مباحث میں جب کوئی آمریت اور خود پسندی کی بات کرتا ہے تو ۱۹۷۰ء کے عشرے میں بھارت میں پنپنے والی خودسر حکمرانی اور آں جہانی اندرا گاندھی کی طرف سے ایمرجنسی کے نفاذ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ یہ حوالہ جمہوریت کو لاحق خطرات کے اظہار کے وقت دیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے کے دوران جو طرزِ حکمرانی دکھائی دی تھی وہ اگرچہ جمہوری روایات سے تھوڑی سی بغاوت پر مبنی تھی تاہم آج کی سیاست کی طرح خطرناک نہیں تھی کہ سبھی کچھ داؤ پر لگا دے۔ تب پورے بھارت نے ایمرجنسی کے خلاف جنگ لڑی تھی اور جمہوریت کے ہاتھ مضبوط کیے تھے۔ آج سیاست میں مرکزیت اور استحصال کے جو طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں، وہ جدید ترین، جامع اور منظّم ہیں اور اِن نہیں بہت حد تک سیاست اور ریاستی اداروں کی منظوری حاصل ہے۔

آج کا بھارت جمہوریت اور آئینی آدرشوں سے بہت دور ہے کیونکہ اکثریت کی حکمرانی کو ہر معاملے پر بالادست کر دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی بنیاد پر تقسیم بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ جمہوریت کو مرنے سے بچانا بھارت کے تمام باشندوں کا فرض ہے۔ مستقبل میں اُن کی خوشحالی کا مدار جمہوریت کی بقا سے وابستہ ہے۔

(ترجمہ: ابوصباحت)

"Yamini Aiyar laments the damage done to Indian democracy under Narendra Modi". ("The Economist". Marcrh 23, 2024)

غزہ بندرگاہ کی تعمیر میں فلسطینی لاشے

منصور جعفر

غزہ میں کیا حالات ہیں، اس کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا بھی رہے گا۔ لیکن غزہ کی وجہ سے دنیا کس قدر تبدیل ہو جائے گی، اس کی طرف اشارہ امریکی صدر جو بائیڈن کے مشیر رابرٹ نے حماس کے حملے کے جواب میں امریکی اور اسرائیلی ردعمل کو دیکھتے ہوئے کر دیا تھا۔

اب جو بائیڈن اور ٹرمپ کی 'حالت مجبوری یا کیفیت اضطرار' میں دیے جانے والے بیانات تبدیلی کے بڑے اشارے بن رہے ہیں۔ جو بائیڈن کے مشیر رابرٹ ہرٹ نے ۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو کہہ دیا تھا 'حماس کے حملے کے بعد اسرائیلی حملے نے سب کچھ بدل دیا ہے۔'

اس سے ایک اندازہ آسانی سے کیا گیا کہ اسرائیل نے غزہ میں تباہی کو کس حدتک نقطۂ عروج پر دیکھنے کی کوشش تھی اور اس کے سامنے ہدف کیا تھا۔ امریکی صدر کے ایک دن کے وقفے سے آنے والے بیان نے اس کی کچھ وضاحت کر دی۔

۱۰/اکتوبر کو صدر جو بائیڈن نے کہا 'مجھے نیتن یاہو کی تین فون کال آچکی ہیں۔ میں نے یاہو سے یہی کہا ہے کہ ''جس حال سے اسرائیل کو گزرنا پڑا ہے اگر امریکا کو اس حال سے گزرنا پڑتا تو ہمارا جواب تیز، فیصلہ کن اور ہمہ گیر ہوتا''۔

تقریباً یہی بات صدر جو بائیڈن کے انتخابی میدان میں مدمقابل بننے والے سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ابھی تازہ تازہ کہی ہے کہ 'نیتن یاہو کی جگہ اگر میں ہوتا تو میرا جواب بھی وہی ہوتا جو یاہو نے دیا ہے۔ یہ وہ حقیقی سوچ ہے جو دو صدارتی امیدواروں اور ایک امریکی مشیر کے خیالات سے عیاں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ بظاہر بدلا بدلا لہجے کا تڑکا بھی امریکا کے دونوں صدارتی امیدواران دنوں لگانے کی کوشش میں ہیں۔ وجہ صاف ہے کہ جس تبدیلی کا اشارہ ۸/اکتوبر کو رابرٹ ہرٹ نے دے دیا تھا، اس کا جادو امریکا اور یورپ میں بھی سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔

وہ صورتحال دونوں امریکی صدارتی امیدواروں کو اپنے ہاں عام امریکیوں کی طرف سے انتخابی مہم کے دوران ملنے والے 'ریسپانس' کی صورت بھگتنا پڑ رہی ہے، وہ کچھ زیادہ مختلف تو نہیں لیکن کم از کم صدارتی اختیارات کے نشے میں دھت رہنے والی ان دونوں شخصیات کے لیے غیر متوقع ضرور ہوسکتی ہے۔

بلاشبہ امریکی عوام میں بالعموم اور خواتین کے ساتھ نوجوانوں میں بالخصوص غزہ میں اسرائیلی جنگ اور اس کے نتیجے میں تباہی اور ہلاکتوں پر ردعمل سیاسی سے زیادہ انسانی ہے۔ اور تو اور مسلم دنیا سے تعلق رکھنے والے عربی و عجمی شناختوں کے امتیاز کے باوجود یہاں کے قدرے آزاد ماحول میں اپنی مرضی سے سوچنے اور بولنے کی جرأت کر گزرنے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔

ان میں نوجوانوں کی تعداد فطری طور پر زیادہ ہے۔ وجہ صاف ہے کہ اپنی مملکتوں، سلطنتوں اور ریاستوں سے دور ہو کر یہ خود کو کافی حد تک اس قابل پاتے ہیں کہ آزادانہ سوچ سکتے

ہیں، بول سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں۔ امریکی یونیورسٹیوں میں بھی یہ لہر روایتی امریکی سوچ کے لیے خطرے کی گھنٹی بن کر بج رہی ہے۔

اسی تبدیلی کی عوامی سطح پر مضبوط لہر نے کئی ہفتے پہلے صدر جو بائیڈن کو اسرائیل کے بارے میں لہجے کے بدلاؤ پر مجبور کر دیا اور اسی سبب پیر کے روز ٹرمپ نے بھی ایک ظاہری اعتبار سے ریورس گیئر لگاتے ہوئے یہ کہہ دیا ہے 'اسرائیل غزہ جنگ کی وجہ سے مسلسل تنہا ہو رہا ہے'۔

اسرائیل کو مشورہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا 'بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ آپ دنیا کے بڑے حصے کی حمایت کھو رہے ہیں۔ آپ بہت زیادہ حمایت کھو رہے ہیں، جنگ ختم ہونی چاہیے اور مشن کو پورا کرنا چاہیے'۔

لیکن حقیقت کیا ہے، اس کا درست ادراک کرنے کے لیے ۷/اکتوبر سے ۲۷ مارچ تک اسرائیل کے بارے میں امریکی پالیسی اور عمل کے تسلسل پر نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ تقریباً چھ ماہ کے عرصے میں پھیلی یہ طویل داستان ہے مگر اس کا حاصل اور خلاصہ اگر دیکھا جائے تو اس سارے عرصے میں امریکا اور اسرائیل عملاً یک جان دو قالب نظر آتے ہیں۔

۷/اکتوبر کو غزہ میں جنگ شروع ہوئی۔ ۱۰/اکتوبر تک جو بائیڈن سے نیتن یاہو تین بار ٹیلی فون پر رابطے میں آ چکے تھے اور جو بائیڈن یاہو کو تیز، فیصلہ کن اور ہمہ گیر جواب کا راستہ دکھا رہے تھے۔

۱۲/اکتوبر کو امریکی وزیر خارجہ اینٹنی بلنکن اسرائیل پہنچ چکے تھے۔ بلنکن کے ان پانچ ماہ کے دوران اسرائیل کے حق میں سفارت کاری کے لیے مشرق وسطیٰ کے چھ دورے ہو چکے ہیں۔ لیکن مجال ہے کہ کسی ایک دورے کا مثبت اثر فلسطینیوں کے لیے بھی برآمد ہو سکا ہے۔ دوروں کا جو بھی حاصل وصول ہو سکا، وہ اسرائیل سے شروع ہو کر اسرائیل پر ختم ہوتا رہا۔

سلامتی کونسل میں ۱۸/اکتوبر کو امریکا نے جنگ بندی کے خلاف سلامتی کونسل کی پہلی قرارداد کو ویٹو کیا۔ یہ صرف سفارتی محاذ کا معاملہ نہ تھا۔ فوجی مدد اور اسلحہ فراہمی کے شعبے میں بھی امریکا نے اسرائیل کے لیے یہی والہانہ پن، وارفتگی اور جان نثاری دکھائی۔

۱۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو سلامتی کونسل میں غزہ جنگ بندی کے لیے پہلی قرارداد کو امریکا نے اسرائیل کے حق میں ویٹو کیا اور اسی روز اپنا بحری بیڑہ اسرائیل کے دروازے پر بحیرۂ روم میں بھیج دیا۔ اسرائیل کی غزہ میں اس جنگ میں امریکا کی بحری قوت کا دخل گویا شروع سے ہی کلیدی حیثیت کا حامل رہا ہے۔

امریکی بحریہ کی اسرائیل کے لیے ۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء سے خدمات اور حکمت عملی کو خیال میں رکھا جائے تو ۷/مارچ ۲۰۲۴ء کو صدر جو بائیڈن کے اہم ترین اسٹیٹ آف دی یونین خطاب میں اسی بحیرۂ روم میں غزہ کے لیے بندرگاہ کی تعمیر کا اعلان ظاہری بیان سے ہٹ کر کچھ اور اشارے دیتا ہے۔

امریکی بحریہ اور غزہ کی جنگ میں اسرائیل کے لیے بہت کچھ کر گزرنے کے امریکی جذبے کو سمجھنے کے لیے بیروت میں فلسطینی پناہ گزین کیمپوں پر ٹینک چڑھانے کی اسرائیلی جنگی حکمت عملی کے بانی جنرل اریئل شیرون کے غزہ کے بارے میں خیالات کو سن لیں۔ ''یہ میرا خواب ہے کہ میں کسی دن نیند سے بیدار ہوں تو مجھے یہ خبر ملے کہ غزہ بحیرۂ روم میں ڈوب گیا ہے''۔

اسرائیلیوں کو قوی امید ہے کہ اریئل شیرون کا یہ خواب اب امریکا کے تعاون سے پورا ہو جائے گا۔ اسرائیل نے پہلے اپنے مہربان اتحادیوں کی ہر ممکن مدد سے غزہ کو ملبے کے ڈھیر میں بدلا ہے اور اب صدر جو بائیڈن نے غزہ کے ساتھ جس عارضی امریکی بندرگاہ کے بنانے کا اعلان کیا ہے اور امکانی طور پر یہ ماہ مئی کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں مکمل ہو جائے گی۔ یہ اسی ملبے کو سمندر میں پھینک کر اس پر تعمیر کی جائے گی۔

یہ ملبہ صرف غزہ کے مکانوں، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور اسپتالوں کا نہیں ہوگا بلکہ اس میں ہزاروں فلسطینی بچوں کی لاشوں کے ٹکڑے، چیتھڑے، ہڈیاں بھی شامل ہوں گی۔ ہزاروں فلسطینی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی لاشوں کے مقدس پارچے بھی ہوں گے۔ اس سب کچھ کو ٹھکانے لگانے کا غیر علانیہ ہدف بندرگاہ کی بنیادوں میں ہی پورا ہو جائے گا۔

ہاں اس کے لیے شواہد اس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگے کہ ڈونلڈ ٹرمپ کے داماد اور سابق امریکی مشیر برائے مشرق وسطیٰ جیرڈ کشنر کے گزشتہ ماہ ہارورڈ یونیورسٹی میں ہونے والا انٹرویو خود گواہی دے رہا ہے۔

جیرڈ کشنر کے بقول 'یہ بدقسمتی ہے کہ کوئی بھی مہاجرین کو لینے کو تیار نہیں۔' مزید کہا 'کیا وجہ ہے کہ جب غزہ کو سمندر کے 'واٹر فرنٹ' بنا کر قیمتی جگہ کے طور پر دیکھا جا رہا ہے تو اسرائیل کو صفائی کیوں نہیں کرنی چاہیے، یہ صفائی فلسطینیوں کے صفائے والی ہے جبکہ ملبہ اٹھا کر لاشوں اور لاشوں کے پارچوں کو سمندر میں بندرگاہ کی تعمیر کے لیے پھینکا تو ایک اور طرح کی صفائی بلکہ ہاتھ کی صفائی بھی ہو سکتی ہے۔ جو صرف امریکا کو ہی زیبا ہو سکتی ہے۔

کشنر چونکہ صدارتی امیدوار نہیں ہیں، اس لیے ایک کامل مغرور امریکی کی طرح جو دل میں رکھتے ہیں، زبان پر لانے کی پوزیشن میں ہیں۔ اس سوال پر غزہ سے جبراً بے گھر کیے گئے فلسطینیوں کو واپس اپنے گھروں میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی؟

مسٹر کشنر نے کہا 'شاید۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ابھی غزہ میں بہت کچھ باقی ہے۔ اس کی کوئی تاریخ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ قبائل تھے جو مختلف جگہوں پر گئے اور پھر غزہ بن گیا۔ ایک علاقائی وجود کے طور پر غزہ کی پٹی نسبتاً حالیہ تعمیر ہے۔'

مگر کشنر ہی نہیں بہت سے اسلامی شناخت رکھنے والے باوجود کشنر کی سوچ کو ماننے یا آگے بڑھانے والے بھی ان حقائق کو بھول جاتے ہیں جن کی بنیاد پر غزہ کی صدیوں پرانی تاریخ کھڑی ہے۔ یہ وہی غزہ ہے جس کے ساتھ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کا تعلق ہے۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہاشم بن عبد مناف کی قبر اطہر ہے۔

وہی ہاشم بن عبد مناف جن کی نسبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول ہاشمی کہا جاتا ہے۔ جن کی نسبت سے یہ فلسطینی خطہ ہاشمیوں کا مسکن کہلاتا رہا ہے۔

ان کے نام سے منسوب مسجد السید ہاشم آج بھی الدرج محلّہ میں موجود ہے۔ کم از کم یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ غزہ میں جاری اسرائیلی جنگ سے پہلے موجود تھی۔ نہ جانے اب اسرائیلی جنگ اور امریکا کے بندرگاہی منصوبے کے بعد اس قبر اطہر اور مسجد کا مستقبل کیا ہو، کہنا مشکل ہے۔

آج بھوک اور قحط سے مرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے غزہ کے فلسطینیوں کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ایک دور وہ تھا جب اسی غزہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہاشم بن عبد مناف آٹا مکہ لے جاتے تھے کہ وہاں قحط سالی کی وجہ سے بھوک کے مارے لوگوں کو کھانا کھلا سکیں۔ نہ صرف یہ کہ اونٹوں پر لاد کر آٹا لے جاتے اور اہل مکہ کی دعوتیں کرتے بلکہ اپنے اونٹ ذبح کرتے اور شوربہ بنا کر آٹے کی پکی روٹیوں سے 'ثرید' بناتے اور انہیں کھلاتے۔

ہاں! آج غزہ میں انسانی ساختہ قحط کی زد میں فلسطینیوں کے ابھی بھوک اور قحط سے مرنے کو برداشت، قبول یا کہیں کہیں پسند کیا جا رہا ہے۔

(بحوالہ: ''انڈی پینڈنٹ اردو ڈاٹ کام''۔ ۲۷ مارچ ۲۰۲۴ء)

اسلام کا فلسفہ نصرت وآزمائش

ڈاکٹر محمد طارق ایوبی

آج کل ملت اسلامیہ سخت آزمائشوں میں مبتلا ہے بالخصوص اہلِ غزہ کی آزمائش خون کے آنسو رُلاتی ہے لیکن دوسری جانب ان کا صبر وثبات بہت حوصلہ بخش ہے چونکہ ان کا نظامِ تربیت بہت مثالی اور زبردست ہے، اس لیے وہ قرآن مجید کے فلسفہ نصرت وآزمائش سے بخوبی واقف ہیں اوراسی لیے ثابت قدم ہیں، ان کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا فہم قرآن بہت عالی ہے، ان کی نظر بہت وسیع ہے، قرآن مجید کے حرف حرف پر ان کا غیر متزلزل ایمان ہے، ورنہ عام طور پر جن لوگوں کو ابتلاء وآزمائش کے فلسفہ اور تاریخ اسلام میں اس کی اہمیت کا درست علم نہیں ہوتا وہ خوف وہراس میں مبتلا ہوجاتے ہیں، واویلا کرتے ہیں، ماتم کرتے ہیں اورفتح وآزادی کے بجائے غلامی کو ترجیح دیتے ہیں، موت کا خوف اور زندگی کی چاہت (وہن) انہیں آزمائش و مقاومت کے نام سے ہی ڈرنے پر مجبور کرتی ہے، اس مضمون میں ہم راست طور پر قرآن مجید کا بیانیہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ حالات کا بھی صحیح اندازہ ہوجائے اور فلسفہ آزمائش ونصرت کا قرآنی بیانیہ بھی سامنے آجائے، اس سلسلے کے تمام فلسفوں سے قطعِ نظر قرآن کا فلسفہ سمجھنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

ایک روز الجزیرہ نے اسرائیل کے وزیر دفاع کا بیان نشر کیا، جس میں اس نے کہا تھا کہ ہمارا ہدف یہ ہے کہ ہم حماس کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیں تاکہ اس کے اندر حکومت کرنے کی صلاحیت اور عسکری قوت باقی نہ رہے، ہم نے اس پر نوٹ چڑھاتے ہوئے لکھا تھا کہ یہ ناممکن ہے، اسی وزیر نے پہلے کہا تھا کہ ہم یہ کام چند دن میں کر گزریں گے لیکن اس بیان میں کہا کہ اس کے لیے ہمیں طویل مدت درکار ہے، اسی لیے ہم نے لکھا کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ مقاومہ کے لوگوں نے یہ باور کر دیا ہے کہ انہیں موت کا خوف نہیں، وہ فلسفہ آزمائش پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ فتح ونصرت کی شرطیں بہت سخت ہیں، انہیں معلوم ہے کہ امت مسلمہ دورِ زوال سے گزر رہی ہے اوروہ پوری امت کی طرف سے کفارہ ادا کر رہے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا اپنے سب سے نیک بندوں کو سب سے زیادہ آزماتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ وَ نَبۡلُوَا اَخۡبَارَکُمۡ o (محمد:۳۱)

’’اے مؤمنو! اللہ تعالیٰ کفار سے جنگ کے ذریعہ تمہارا امتحان لے گا تاکہ واضح ہوجائے کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو بھی تنگی و خوشحالی تمہارے لیے مقدر کر رکھی ہے، اس میں تمھارے اعمال کو، تمہاری باتوں کو اور حالات کو جانچے اور پرکھے گا تاکہ سچوں اور جھوٹوں میں فرق نمایاں ہوجائے‘‘۔

ترمذی کی روایت ہے، سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ ای الناس اشد بلاء تو آپؐ نے فرمایا کہ انبیاء کی، پھر جوان کے بعد مقام ومرتبہ میں ان سے قریب ہوتا ہے اس کی، قال: الانبیاء ثم الامثل فالامثل ، آگے آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ اپنے دین میں متصلب ہوتا ہے تو اس پر حالات بھی سخت آتے ہیں اور مصیبت شدید ہوتی ہے یعنی جو جس قدر کامل ہوگا، جتنا زیادہ ایمان مضبوط ہوگا، اسی قدر اس کی آزمائش ہوگی، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے، قرآن مجید نے اس فلسفہ آزمائش کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا ہے:

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ o (البقرۃ:۱۵۵)

’’یہیں پر یہ بات بھی فرمادی گئی کہ ہم بعض سختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر کے کسی قدر آزمائشوں سے گزاریں گے، یہ آزمائشیں دشمنوں کے خوف و دہشت، جانی و مالی نقصان، پیداوار کی قلت، فصلوں کی تباہی، احباب و اقارب کی موت کے ذریعہ ہوں گی، تاکہ اس ناپائیدار دنیا میں تمہیں آزمایا جا سکے، اس مصیبت اور آزمائش میں صبر کے علاوہ کوئی چیز تمہارے لیے نفع بخش نہیں ہوگی، چنانچہ صبر کرنے والا کامیاب وسرفراز ہوگا، اسے بے حساب اجر سے نوازا جائے گا اور بلند مقام عطا کیا جائے گا اور فرشتے اس پر رحمتیں برسائیں گے‘‘۔

اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ ۚ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ یَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ o (آل عمران:۱۴۰)

’’اے مؤمنو! اگر تم کو اللہ کے راستے میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تم قتل ہوتے ہو یا زخم لگتا ہے تو تم سے پہلے کفار کو بھی تمھاری طرح زخم لگ چکے ہیں، یہ تو اللہ کا قانون ہے، زمانہ گردش کرتا رہتا ہے، کبھی خوشی ملتی ہے کبھی غم، کبھی فتح ہوتی ہے اور کبھی شکست، اللہ تعالیٰ قوموں کا وقت بدلتا رہتا ہے چنانچہ ایک قوم کو آپ کامیاب و غالب دیکھیں گے لیکن پھر اس کو مغلوب و کمزور اور شکست خوردہ پائیں گے، اس میں اللہ کی حکمتیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان جنگوں، مصیبتوں اور مشکلات کے ذریعہ دلوں کو جانچتا ہے تاکہ یہ واضح کردے کہ مؤمن کون ہے اور کافر کون ہے، سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اور اللہ تعالیٰ تم میں سے شہداء کا انتخاب کرنا چاہتا ہے تاکہ ان کو اپنا محبوب ومقرب بنائے اور انہیں جنت نعیم میں رکھے، یہ بھی اس کی حکمت ہوتی ہے کہ وہ بندے کا عمل ظاہر کردے کہ کس نے خدا کی تصدیق کی اور دینِ خدا کی نصرت کی اور کس نے خدا کو جھٹلایا اور کفر کیا، مقصود یہ سب جتانا ہوتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو واقعات کے واقع ہونے سے پہلے ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ تو بندوں پر قضا وقدر کے نافذ ہونے والے فیصلوں سے متعلق اپنے علم کا اظہار فرماتا ہے تو جس نے اللہ کی نصرت کرنے سے انحراف کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی وہ ظالم ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اس لیے کہ اللہ نے ظلم کو اپنے اوپر اور اپنے علاوہ سب کے لیے حرام قرار دیا ہے، ظالموں کی مذمت کی ہے اور ان کو درد ناک عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں‘‘۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ o (البقرۃ:۲۱۴)

’’مسلمانو! تم یہ بالکل مت سمجھو کہ جنت میں داخلہ بہت آسان ہے، تم بغیر امتحان وآزمائش کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے، تم سے پہلے جن لوگوں کو بھی نجات ملی انہیں شدید حالات سے گزارا گیا، انہوں نے جسمانی و مالی تکلیفیں جھیلیں،

قربانیاں دیں، جہاد کیا، اللہ نے انہیں فقر میں آزمایا تو انہوں نے صبر کیا، مرض میں آزمایا تو شکر ادا کیا، سخت حالات آئے ایسی آزمائشیں آئیں کہ انھیں ہلا کر رکھ دیا، وہ ایک حد تک ثابت قدم رہے مگر حالات کی شدت کے سبب رسول اور ان کے ساتھ اہل ایمان کہنے لگے، ان سخت حالات سے نجات کب ملے گی، اس آزمائش کے بعد اللہ کی مدد کب آئے گی؟ مؤمنو! بس اللہ کی مدد آنے والی ہے، راحت وکشادگی ملنے والی ہے، فتح حاصل ہونے والی ہے، نصرت خداوندی سے مایوس مت ہو، بس تم پر لازم ہے کہ صبر کرتے رہو''۔

کم علم اور کج فہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بس حالات ابھی آئے ہیں، مصیبتوں کا یہ منظر نامہ نیا ہے جبکہ آزمائش کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے، نبی اکرمؐ کو مکہ مکرمہ میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، آپ کے اصحاب پر کیسے کیسے مظالم ہوئے، شعب ابی طالب میں کیا کچھ نہ گزری، آج اگر اہلِ غزہ گھاس کھا رہے ہیں تو پیارے حبیبؐ کی موجودگی میں شعب ابی طالب کی داستان دلخراش میں صبر واستقامت اور قربانیوں کی یہ سب تصویریں موجود ہیں، صحیح مسلم میں عتبہ بن غزوان کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسولؐ کی معیت میں پورا پورا ہفتہ اس طرح گزر جاتا تھا کہ ہمارے پاس درختوں کے پتوں کے سوا کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، پتے کھا کھا کر ہمارے منہ چھل جایا کرتے تھے، ان آزمائشوں کے باوجود ہجرتیں ہوئیں، جنگیں ہوئیں، جنگ احد میں نبیؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے، آپ کی موجودگی میں آپ کے ۷۰ جاں نثار کام آئے، یعنی دس فیصد اجلۂ صحابہ شہید ہوئے، پھر بھی بظاہر احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، پھر احزاب کے موقع پر یہ صورت حال ہوئی کہ مسلمانوں کو سخت آزمائش سے گزارا گیا، اسی آزمائش وامتحان نے مؤمن ومنافق کو الگ کر دیا، اس وقت کی صورت حال کا نقشہ قرآن نے اس طرح کھینچا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا o هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا o

(الاحزاب: ۱۰-۱۱)

''اس دن کو یاد کرو جب کفار مشرقی جانب کے بالائی علاقے سے اور مغربی جانب کے نشیبی علاقے سے تم پر چڑھ آئے، دہشت اور خوف سے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں، خطرے کی شدت اور خوف ورعب کے سبب تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے، منافقین پر مایوسی چھا گئی، شکوک وشبہات جنم لینے لگے، تم اللہ کے متعلق ایسے گمان کرنے لگے جو اس کے بارے میں نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنے رسولؐ کی نصرت نہیں کرے گا اور اپنے دین کو سربلند نہیں کرے گا، اس سخت وقت میں اہلِ ایمان کی بڑی شدید آزمائش کی گئی، انہیں ہلا کر رکھ دیا گیا، صاف ظاہر ہو گیا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے، مسلمانوں پر ایسی سخت آزمائش آئی کہ ان کے دل ہل کے رہ گئے، ایسی سخت آزمائش اس لیے کی گئی تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے اور اپنے رب پر ان کا یقین واعتماد مزید پختہ ہو جائے''۔

اس شدید آزمائش کے بعد ایک گروہ وہ سامنے آیا جس کا حال قرآن نے اس طرح بیان کیا:

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا o وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا o (الاحزاب: ۱۲-۱۳)

''اس دن ان منافقین نے جن کے دلوں میں روگ تھا اور شکوک وشبہات تھے، انہوں نے کہا کہ محمدؐ نے ہم سے نصرت وعزت اور غلبے کے جو وعدے کیے تھے، وہ سب جھوٹے اور بے حقیقت تھے، وہ سب محض فریب تھے، جن کی تصدیق نہیں کی جا سکتی، منافقین کے اس گروہ کو یاد کرو جو اہلِ مدینہ میں پکار پکار کر کہہ رہا تھا، اے یثرب والو! (یہ مدینے کا قدیم نام تھا) ایسے گھاٹے کے معرکے میں کیوں ٹھہرے ہوئے ہو، جاؤ مدینے میں اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ اور منافقوں کا ایک گروہ نبی کریمؐ سے گھر واپس جانے کی اجازت مانگ رہا تھا، عذر یہ پیش کر رہا تھا کہ ان کے گھر کھلے ہوئے ہیں، غیر محفوظ ہیں، انہیں اپنے بچوں اور عورتوں کا خطرہ ہے، صحیح بات یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے، اُن کا مقصد یہ تھا کہ وہ رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہ کو چھوڑ کر جہاد سے بھاگ جائیں''۔

اور دوسرے گروہ کے لوگوں کی بابت یہ فرمایا کہ سخت آزمائش کی بھٹی سے وہ مزید کندن بن کے نکلے اور ان کے ایمان وجذبۂ اطاعت میں مزید اضافہ ہوا:

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا o

(الاحزاب: ۲۲)

''جب اہلِ ایمان نے کفار کے متحدہ لشکروں کو دیکھا کہ انھوں نے مدینے کو گھیر لیا ہے تو وہ سمجھ گئے کہ اللہ کی نصرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے، انھوں نے کہا: ہاں یہی وہ منظر ہے جس کا اللہ اور رسول اللہؐ نے ہم سے پہلے ہی وعدہ کیا تھا کہ پہلے آزمائش ہوگی پھر مدد آئے گی اور استحکام عطا کیا جائے گا، اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کرے گا، رسول اللہ کی دی ہوئی خبر سچی ثابت ہوئی، ان متحدہ لشکروں کو دیکھ کر وعدۂ الٰہی پر ان کے ایمان ویقین میں مزید اضافہ ہوا، اللہ کے فیصلہ پر ان کا ایمان پختہ ہو گیا، اللہ کے حکم کی اطاعت کا جذبہ مزید فروزاں ہوا''۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ باطل اس وقت عروج پر ہے اور اہل اسلام آزمائشوں کے دور سے گزر رہے ہیں لیکن یہ طے شدہ ہے کہ ہر عروج کو زوال ہے، باطل کے مقدر میں شکست ہے، عروج بہر حال حق کا مقدر ہے، ظلم کی رات لمبی تو ہو سکتی ہے، لیکن حق وعدل کی صبح بہر حال طلوع ہوگی، یہ خدا کا وعدہ اور اس کا فیصلہ ہے:

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ o اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ o وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ o (صافات: ۱۷۱-۱۷۳)

''اللہ کا فیصلہ ہو چکا، اس نے پہلے ہی اپنے رسولوں سے کہہ دیا، اسے ہر حال میں پورا ہو کر رہنا ہے کہ بالآخر حسنِ انجام ان ہی کے لیے ہے، مدد وتائید ان ہی کے ساتھ ہے، کامیابی ان کے لیے مقدر ہے، اللہ تعالیٰ دلیل وقوت کے ساتھ ان کی تائید ونصرت کرے گا، اللہ کا لشکر ہی غالب آئے گا یعنی اس کے راستے میں، اس کے کلمہ کی سربلندی کی خاطر لڑنے والے مجاہدین کو ہی اللہ کے حکم سے غلبہ ملے گا، ان ہی کی مدد کی جائے گی، وہ ہر موقف میں دشمنانِ خدا پر غالب آئیں گے، بات دلیل وحجت کی ہو یا میدانِ جنگ کی بہر صورت وہی غالب آئیں گے، اس لیے کہ حسنِ انجام متقیوں کے لیے طے ہے''۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ o (المجادلہ: ۲۱)

''اللہ نے لکھ دیا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ غلبہ اس کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے، اس لیے کہ وہ ایسا طاقتور اور غالب ہے کہ اس کو کوئی شئے عاجز نہیں کر سکتی، کوئی اس سے لڑ سکتا ہے اور نہ غالب آ سکتا ہے، وہ ایسا با اقتدار اور

زبردست ہے کہ ہر ایک کو ہرا دیتا ہے اور جو اس سے دشمنی کرتا ہے تو وہ اس کو رُسوا کر دیتا ہے''۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُo (الغافر:۵۱)

''بے شک اللہ اپنے رسولوں اور اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، دنیا میں جو ان سے جنگ کرتا ہے ان پر انھیں فتح حاصل کرتا ہے اور قیامت کے دن فرشتے، انبیاء اور اللہ کے نیک بندے کافروں کے خلاف گواہی دیں گے کہ انبیاء نے بات پہنچادی تھی لیکن کافروں نے جھٹلایا تھا''۔

کفر لاکھ کوششیں کرلے، شرک کے ماتھے پر کتنی ہی شکن پڑیں، وہ کتنے ہی پروپیگنڈے کرلے، ہتھکنڈے اپنالے، بڑے سے بڑا الائنس بنالے لیکن یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَo هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَo (الصف:۸-۹)

''یہ کفار اس ہدایت کو جسے لے کر نبیؐ مبعوث کیے گئے اپنی گمراہ کن باتوں اور پروپیگنڈوں سے دبا دینا چاہتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، شاعری ہے، کہانت ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بہر حال غالب کر کے رہے گا۔ خواہ وہ معاندین اور کٹر کافروں کو کیسا ہی ناگوار کیوں نہ ہو، ان کی ناگواری اور بددلی کے باوجود یہ دین غالب آکر رہے گا، اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول محمدؐ کو علم نافع اور عملِ صالح (دینِ اسلام) کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کردے، خواہ اس کے غلبے کو مشرک کتنا ہی ناپسند کریں لیکن اللہ کا حکم بہر حال پورا ہو کر رہے گا''۔

نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے، جس کو امام احمد نے اپنی مسند اور بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ یہ دین ضرور بالضرور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک رات و دن کا سلسلہ جاری ہے، شہر و دیہات کا کوئی گھر باقی نہ رہ جائے گا، جہاں اللہ اس دین کو داخل نہ کردے، عزت والا عزت کے ساتھ اس کو قبول کرے گا اور ذلت والا ذلت کے ساتھ، عزت وہ ہے جو اسلام سے ملتی ہے اور ذلت وہ ہے جو کفر سے ملتی ہے:

قال رسول اللہؐ: لَيَبْلُغَنَّ اَذَا الْاَمَارُ مَا بَلَغَ اللَّا لُ وَالنَّارُ، وَلَا اَتَارُ اللاٰ بَاتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدَاخَلَا اللاٰ اَذَا الدَّانَ، بِعِزِّ عَزَازٍ اَوَا بِذُلِّ ذَلِيلٍ، عِزًّا اُعِزّ اللاٰ بِا الاِسَالَامَ، وَذُلًّا اُذِلّ اللاٰ بِا الْاُفَارِ (مسند احمد)

حقیقت یہ ہے کہ یہ عروج تو خدا کی طرف سے طے ہے، فتح و نصرت اور غلبہ و تمکین و استحکام کے وعدے بھی ہیں، لیکن اس کے لیے شرطیں خود قرآن مجید نے بیان کر دی ہیں، ذیل میں ہم ایسی چند آیات کا مطالعہ پیش کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائیگا کہ نصرت کب آتی ہے، فتوحات کے دروازے کب کھلتے ہیں، آزمائشوں کا دور کب ختم ہوتا ہے اور اسبابِ نصرت و تمکین کیا ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌo (البقرۃ:۲۱۴)

''پھر کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (محض ایمان کا زبانی دعویٰ کرکے) تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو تمھیں وہ آزمائشیں پیش ہی نہیں آئی ہیں، جو تم سے پہلے لوگوں کو پیش آچکی ہیں، ہر طرح کی سختیاں اور مختیں انھیں پیش آئیں، شدتوں اور ہولناکیوں سے ان کے دل دہل گئے، یہاں تک کہ اللہ کا رسول اور جو لوگ ایمان لائے تھے پکار اٹھے اے نصرتِ الٰہی! تیرا وقت کب آئے گا؟ (تب اچانک پردۂ غیب چاک ہوا اور خدا کی نصرت یہ کہتی ہوئی نمودار ہوگئی) ہاں گھبراؤ نہیں خدا کی نصرت تم سے دور نہیں ہے''۔

غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ آزمائش پر صبر دخول جنت کی ضمانت ہے، آزمائشوں سے گزرنا انبیاء کی سنت ہے، اس لیے آزمائشوں سے نکلنے میں بھی انبیاء کا منہج ہی اختیار کرنا لازم ہے، نصرت کی طلب بھی اسی سے کی جاسکتی ہے، جو قوت و طاقت کا اصل مرکز و محور اور مرجع ہے، اس آیت میں جہاں یہ واضح کیا گیا کہ خدا تعالیٰ کی حکمت کبھی کبھی ایک مدت کے لیے فتح و نصرت کو روک دیتی ہے، وہیں نصرت کی بشارت بھی دے دی گئی، تاکہ اہلِ ایمان اس سے حوصلہ پائیں اور تعاقب و جہاد میں اجر و نصرت کی امید رکھتے ہوئے مقابلہ میں ڈٹے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو بہت صراحت کے ساتھ اپنے رسول اور آپ کی امت سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں اس سرزمین کی خلافت عطا کرے گا، حالتِ خوف کو حالتِ امن سے بدل کر زمامِ اقتدار عطا کرے گا، لیکن اس وعدہ کو مشروط بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَo وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo (النور:۵۵-۵۶)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے نصرت و غلبہ اور تمکین کا وعدہ کیا ہے کہ اللہ انھیں ضرور بالضرور روئے زمین پر خلافت عطا کرے گا، جیسے ان سے پہلے نیک و خدا ترس مؤمنین کو خلافت عطا کی تھی، اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ دینِ اسلام جس کو ان کے لیے پسند و منتخب کیا ہے، اُسے قوت و اقتدار اور غلبہ عطا کرے گا اور جب بھی اس کے بندے اس کے دین پر قائم ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے اور خالص اسی کی عبادت و اطاعت کریں گے تو وہ انھیں خوف و بدامنی سے نکال کر امن و سلامتی عطا کرے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے عزت، غلبہ اور خلافت عطا کرنے اور خوف و ہراس کے بعد امن و سلامتی عطا کرنے کے بعد کفر کرے گا اور اس کے حکم کی نافرمانی کرے گا تو وہ باغی و سرکش ہوگا، اطاعتِ الٰہی سے نکل جانے والا اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنے والا شمار ہوگا۔ اے ایمان والو! شریعت کے مطابق نماز قائم کرنے کا اہتمام کرو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ مستحقین تک پہنچاؤ، رسول کی سنتوں کی اتباع کرکے آپؐ کی اطاعت کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے دامن رحمت میں داخل کرلے جس کی وسعت نے ہر شئے کو اپنے سایے میں لے رکھا ہے''۔

جن دنوں مسلمان عین مغلوبیت کے عالم میں تھے اور انھیں چین سے بیٹھنا تک نصیب نہ تھا، بلکہ بعض مسلمان تو نبی کریمؐ سے سوال کرتے تھے کہ دس سال مکہ میں اسی کشمکش میں گزرے، پھر ہجرت کے بعد اب بھی ہمہ وقت دشمنوں کا خطرہ در پیش ہے، کیا کبھی ایسا وقت آئے گا کہ ہم ہتھیار اتار کر رکھ دیں اور سکون کی سانس لیں تو حضورؐ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اہلِ ایمان کو بشارت دی گئی، مفسرین کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین کی خلافت سے اس آیت میں کیا گیا وعدہ پورا ہو چکا لیکن آیت کا خطاب قیامت تک کے لیے ہے اور دوہری تاکید کے ساتھ خلافت، استحکام اور غلبہ کا وعدہ کیا گیا ہے، یہ الگ بات کہ اس کو یعبدوننی و لا یشرکون بی شیئاً سے مشروط کردیا گیا ہے، جب بھی مسلمان ایمان میں کھرے ہوں گے، عمل کے دھنی ہوں گے اور شرک سے

بری ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں استحکام وغلبہ عطا کرے گا، شرک نہ کرنا تو دور کی بات ہے اب تو صورتحال یہ ہے کہ ایک بڑی تعداد کے ذہنوں سے شرک کا مفہوم ومعنیٰ اور شرک کی قباحت و شناعت نکلتی جا رہی ہے، بہت سی چیزیں جو کسی علاقے میں بدرجۂ مجبوری قبول کی گئیں انھیں اب مسلمان اگر عین اسلام نہیں سمجھتے تو اسلام مخالف بھی نہیں سمجھتے، باوجود اس کے کہ ان کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ظاہر ہے کہ ایسی بے بسی، بےعملی اور بے ایمانی کی کیفیت کے ساتھ خلافت تو دور نصرتِ الٰہی کا ظہور بھی ممکن نہیں، یہ ملحوظ رہے کہ خلافت کا ترجمہ حکومت سے نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ وعدہ خلافت کا کیا گیا ہے اور خلافت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو اور صرف کتاب وسنت کی حکمرانی ہو، سورۃ الحج میں صدقِ ایمان اور اقامتِ شریعت کو اس وعدہ کی تکمیل کے بعد دوام و استحکام کے لیے ضروری عمل قرار دیا کیونکہ رب پر مکمل وکامل ایمان اور اقامتِ شریعت کے نتیجہ میں ہی یہ تمکین واستحکام ملا۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝ (الحج:۴۱)

"جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ کیا، وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جب زمین میں قوت دیتا ہے، اقتدار عطا کرتا ہے اور انھیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے تو یہ نماز کو اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کرتے ہیں، جیسے کہ سنت کے مطابق اسے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اموال کی زکوٰۃ اس کے مستحقین تک پہنچاتے ہیں، تمام معاملات کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور ہر شے کو بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور انجام کار بالآخر اہلِ تقویٰ کے لیے ہے"۔

سورۃ النور کی آیات میں ہم نے دیکھا کہ ایمان وعمل صالح وعدۂ نصرت وتمکین کی تکمیل وتحقیق کے لیے بنیادی سبب ہے، پھر سورۃ الحج کی آیت نے یہ واضح کر دیا کہ رب پر صحیح ایمان واعتقاد اور اقامتِ شریعت محمدی کے نتیجے میں استحکام حاصل ہوتا ہے، ذرا اور جائزہ لیجیے تو قرآن مجید نصرتِ دین کو فتح ونصرت کا لازمی سبب قرار دیتا ہے اور یہ مطالبہ کرتا ہے کہ زبان وعمل اور اعتقاد ودعوت اور جہد وجہاد کے ذریعہ خدا کے دین کی نصرت کی جائے تب فتح ونصرت کے دروازے کھلیں گے، ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۝ (محمد:۷-۸)

"اے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والو! اگر تم اللہ کی اطاعت کر کے، اس کے رسول کی اتباع کر کے، اس کی شریعت پر عمل کر کے اور اس کے راستے میں جان و مال اور زبان وقلم سے جہاد کر کے اللہ کی مدد کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں غلبہ عطا فرمائے گا، میدانِ جنگ میں تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور تم پر روحانی وجسمانی سکون نازل فرمائے گا تاکہ تم جم سکو اور پسپائی اختیار نہ کرو، کافروں کے لیے ہلاکت و تباہی ہے، ان پر اللہ کا غضب اور پھٹکار ہے، اللہ نے ان کے سارے اعمال کو برباد وا کارت کر دیا"۔

قرآن مجید تلقین کرتا ہے کہ خدا پر توکل کیا جائے، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اسباب میں تاثیر اللہ پیدا کرتا ہے، نتائج اس کی طرف سے آتے ہیں، اسی پر بھروسہ کیا جائے اور اسباب اختیار کیے جائیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۝ (آل عمران:۱۵۹)

"یہ تو محض اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ آپ مؤمنین کے لیے نرم ہیں، اللہ ہی نے آپ کے دل میں نرمی و جذبۂ رحم رکھا ہے چنانچہ آپ ان کی خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرماتے ہیں، لغزشوں سے درگزر فرماتے ہیں، باوجود اس کے کہ ان لوگوں نے آپ کے حکم کی مخالفت کی، جنگ میں آپ کے ساتھ نہیں جمے لیکن یہ اللہ کی رحمت ہے جو اس نے آپ کے اندر رکھی ہے، اے نبی! اگر آپ سخت بات کرتے، سخت گیری کرتے، معاملات میں سختی برتتے تو آپ کے اصحاب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے اور آپ کی نصرت سے دور ہو جاتے لیکن آپ کے حسنِ اخلاق کے سبب اللہ نے قلوب وارواح کو آپ پر جمع کر دیا ہے چنانچہ جن لوگوں سے آپ کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی، انھیں معاف کیجیے، ان کے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کیجیے، اپنے اصحابؓ سے ہر اہم معاملے میں مشاورت کیجیے، تاکہ انھیں آپ کے قرب کا احساس ہو اور آپ بعد میں آنے والی امت کے لیے نمونہ بن جائیں، پھر جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے اور آپ کوئی فیصلہ کر لیں تو اس پر جم جائیے، پیش قدمی کیجیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے کیونکہ اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کے حسنِ اختیار پر یقین رکھتے ہیں"۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۝ (الانفال:۶۰)

"اے مسلمانو! اپنے دشمنوں سے مقابلے کے لیے ہر ممکن تیاری کرو، قوت وطاقت کے مادی ومعنوی اسباب مثلاً سامانِ جنگ، اسلحے کو تیار رکھو اور جنگ کے فنون کو سیکھو، تاکہ اس قوت کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں کو مرعوب وخائف کر سکو، خواہ ان کا تعلق کفار ومشرکین سے ہو یا اہلِ کتاب یا ملحدین سے۔ تاکہ اس قوت کے سبب اسلام کی ہیبت بیٹھ جائے، مسلمانوں کی عزت کی جائے، ان کی تعلیمات کی تقدیس کی جائے، حق بغیر طاقت کے ہو تو اس پر دست درازی کی جاتی ہے، ریاست کے پاس قوت نہ ہو تو اس کی عزت نہیں کی جاتی، اسے اہمیت نہیں دی جاتی، کمزور کو سبھی ہڑپنا چاہتے ہیں اور اس کو حقیر سمجھتے ہیں، اسلام کے لیے طاقت کا حصول مطلوب ہے، ضروری ہے کہ گھوڑوں کو تیار رکھا جائے، اسلحہ تیار رکھا جائے، اموال جمع رکھے جائیں، فوجیں تربیت یافتہ رکھی جائیں، صنعت گاہیں قائم کی جائیں، ایجادات کا سلسلہ چلتا رہے کیونکہ اس قوت کے ذریعہ نہ صرف تم اپنے ان دشمنوں کو مرعوب کرتے ہو جنھیں تم جانتے ہو، بلکہ انھیں بھی ڈر اور خوف میں مبتلا رکھتے ہو جنھیں تم نہیں جانتے، تم اللہ کے راستے میں جو کچھ خرچ کرو گے اور جو بھی کوشش کرو گے وہ تمہارے لیے اللہ کے یہاں محفوظ رہے گا، اللہ تعالیٰ تم کو اس کے بدلہ بھرپور اجر سے نوازے گا اور دنیا میں بھی عزت و نصرت اور غلبہ واستحکام اور انعام واکرام سے نوازے گا، جب کہ آخرت کے ثواب میں کوئی کمی نہ رہ جائے گی، بلکہ اللہ اپنے فضل وکرم سے اور زیادہ ہی ثواب عطا کرے گا"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیاوی زندگی کے لیے ایک ایسی حکمت عملی کی طرف رہنمائی کی، جس کا ہم کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا طاقت کے سامنے جھکتی ہے، ڈنڈے کی بات سمجھتی ہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مسلمان جب تک اس آیت کو سمجھتے رہے اور

اس پر عمل کرتے رہے، تب تک وہ دنیا کی یک قطبی اور نا قابل شکست طاقت رہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سرکش شیاطین اس ڈنڈے کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھتے، ان کے لیے اہل حق کے پاس متوازن طاقت کا موجود ہونا ضروری ہے، اسے قرآن مجید کا اعجاز کہیے کہ قرآن نے عالمِ اسباب میں اسباب کی تیاری کا حکم دیا، اس لیے کہ کائنات کا نظام معجزات پر نہیں مشاہدات واسباب سے مربوط رکھا گیا ہے، اسباب کو اختیار کرنے کا حکم دینے کے لیے لفظ ''قوۃ'' کا استعمال کیا جس کی وسعت وگہرائی میں قرآن کے اعجاز کا راز پوشیدہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب جس زمانہ میں جو چیز قوت کا مظہر سمجھی جائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسے تیار کریں، جو کچھ بھی پیمانۂ طاقت اور معیارِ قوت ہو، اس میں مسلمانوں کو لگ جانا چاہیے، اگر میڈیا اصل طاقت بن جائے تو مسلمانوں کو اس میں سب سے آگے ہونا چاہیے ''قوۃ'' کا عام لفظ استعمال کرنے کے بعد ''رباط الخیل'' کا خاص لفظ ذکر کرکے یہ واضح کر دیا کہ سامان جنگ اور اسلحہ بالکل تیار رکھا جائے اور گھوڑے کا ذکر کرکے یہ بتایا کہ جس زمانے کا جو اسلحہ سب سے کارگر ہو اُسے تیار کیا جائے، افسوس کہ ایسی بے مثال حکمتِ عملی ہمیں کتاب الٰہی میں دی گئی لیکن آج عالمِ اسلام دولت کی ریل پیل کے باوجود بے حیثیت ہے، اس لیے کہ اس کے پاس طاقت نہیں، آج کی طاقت سائنس وٹیکنالوجی ہے، میڈیا ہے، اسلحہ کی صنعت ہے اور عالم اسلام بحیثیت مجموعی ان تینوں باتوں میں اغیار کا محتاج و دست نگر ہے، طاقت کا راز خود خدا نے فاش کیا کہ تمہارے دشمن تمہاری طاقت سے مرعوب ہوں لیکن آج ہماری کمزوری اور مرعوبیت سب پر عیاں ہے، ہمارے مقدسات، ہماری تعلیمات اور ہماری شخصیات کی کھلے عام بے حرمتی کی جاتی ہے اور سوائے کڑھنے کے ہم کچھ نہیں کر پاتے اس لیے کہ ہم کمزور ہیں۔ ظالموں کے قانون میں کمزور کی جان کی کوئی قیمت ہوتی ہے نہ مال کی، ان کے مقدسات کی کوئی حیثیت ہوتی ہے نہ تعلیمات کی، آج کی ظالم دنیا اگر ہمارے ساتھ کہیں کچھ رعایت کرتی ہے تو صرف اس لیے کہ ہمارے بیشتر خوشحال ممالک اس کی منڈی اور اس کے صارف Consumer ہیں، ورنہ ہمارے دین کا استہزا اور عالمی منظر نامہ پر اسلام کی تعلیمات کو بدنام کرنا آج کی مہذب دنیا کا سب سے بہترین مشغلہ ہے۔ تیسری بات اس آیت میں جو بہت خاص ہے، وہ ہے ''اعداد قوت'' کے ساتھ ''بقدر استطاعت'' کی قید یعنی تم حسب استطاعت سامان قوت کی تیاری کرو مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا مکمل دارومدار ساز وسامان اور اسباب پر نہیں۔ ان کے لیے بالکل یہ ضروری نہیں کہ ان کے پاس ویسا ہی سامان ہو جیسا ان کے دشمن کے پاس ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان وعمل صالح اور توکل علی اللہ کے ساتھ حسب امکان وسہولت اسباب جنگ کی بھی تیاری کریں۔ روحانیت کے ساتھ مادّی اسباب کی تیاری میں پیچھے نہ رہیں، یہ وہ راز ہے جس کو عرصہ سے مسلم دنیا نے فراموش کر دیا اس لیے خدائی قانون کے مطابق تائید ونصرت بھی روٹھ گئی۔ جتنی جلدی مسلمان اس حکمت عملی کو سمجھ کر عمل پیرا ہو جائیں گے اتنی جلدی تبدیلیٔ حالات کا دور شروع ہو جائے گا، ان ہدایات کی روشنی میں حماس نے بقدرِ استطاعت تیاری کی اور پھر اللہ پر توکل کرتے ہوئے پوری دنیا کو دکھا دیا کہ وہ جس کی طاقت کو ناقابلِ تسخیر سمجھ رہی ہے اس کی اور اس کی ٹیکنالوجی اور آئرن ڈوم کی اس حکمتِ عملی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے، ناقابلِ تسخیر ہونے کا غبارہ پھوٹ گیا، ہوا نکل گئی، بے شمار بیانات موجود ہیں کہ غزہ کی جنگ میں اسرائیل سو فیصد ناکام ہوا ہے، سوائے اس کے کہ اس نے ہزاروں معصوموں کی جانیں لی ہیں اور ان کے گھر گرائے ہیں، لیکن وہ اخلاقی ونفسیاتی اور میدانی شکست سے دوچار ہوا ہے اور تقریباً ۲۰ سال پیچھے پہنچ گیا ہے۔

فتح ونصرت کے لیے لازم ہے کہ آزمائش کے دور میں صبر وثبات کو لازم سمجھا جائے، تقویٰ کو لازم پکڑا جائے، اپنی طاقت کو مجتمع رکھا جائے، آپسی افتراق وانتشار سے اپنی قوت کو ضائع نہ کیا جائے، اللہ کے لیے مخلص رہا جائے، دعا وذکر کو حرزِ جاں بنایا جائے، طاعتِ الٰہی، طاعتِ رسول اور خشیتِ الٰہی ہی مطمحِ نظر ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥ (النور:۲۵)

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا لحاظ کرتا ہے، اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے دور رہے، یہی وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے''۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۣ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (آل عمران:۲۰۰)

''اے ایمان والو! تم پر لازم ہے کہ طاعت پر جمے رہو اور اچھی طرح ہوائے نفس اور رب کی مخالفت اور معاصی سے اجتناب کرتے رہو، قضا وقدر پر صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، حق پر ڈٹے رہو اور دشمنوں سے مورچہ لینے میں صبر وثبات کا مظاہرہ کرو، میدانِ جنگ میں بھی ان کے مقابلہ پر ڈٹ کر جاؤ اور علمی شکوک وشبہات کو رفع کرنے میں ان کا بھرپور مقابلہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ عملاً جہاد کے لیے بھی مستعد رہو اور اوقاتِ عبادت کے لیے بھی تیار رہو اور پنج وقتہ نمازوں کے لیے مسجد کو لازم پکڑو جبکہ نبی کریمؐ نے وضو اور مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کا ذکر کرتے ہوئے اسے ''رباط یعنی مستعدی اور تیاری'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ بس جس نے مصیبتوں پر صبر کیا اور مقابلہ میں ڈٹا رہا اور ہمیشہ مقابلہ کے لیے تیار رہا وہ کامیاب وکامران ہوگا۔ اسے جنت کی دائمی نعمت حاصل ہوگی۔ وہ اعلیٰ مقام حاصل کرے گا، بہترین وافضل ترین نعمتیں پائے گا، اس لیے اس نے ہر مقام پر اللہ کی عبودیت اختیار کی، بندگی کا ثبوت دیا اور اطاعت کی وہ احکام پر عمل کرتا رہا، معصیت سے بچتا رہا، آزمائشوں میں کھرا اترا، چناں چہ وہ اللہ کے مخلصین اور سچے محبوب بندوں میں شمار ہوا۔

اس سورۃ کے اختتام پر شریعت کے حقوق ادا کرنے کی یہ جامع ترین ہدایت دی گئی ہے۔ پہلی ہدایت ''اصبروا'' کی ہے جس کا مطلب ہے کہ جو مصیبتیں بھی حق کی راہ میں پیش آئیں، ان کا مقابلہ کرو اور ان پر صبر کرو، عبادت میں مشقت ہو یا نفس کی خواہشات سے روکنا۔ جس سطح پر بھی زحمت اٹھانی پڑے اور مزاحمت کرنی پڑے تو کرو اور حق پر جمے رہو۔ دوسری ہدایت ''صابروا'' کی ہے یعنی خارجی آزمائشوں اور دشمنوں کی طرف سے پیش آنے والے مصائب ومشکلات کے مقابلہ پر صبر کرو اور ڈٹ جاؤ اور اس کے مقابلہ کی تیاری کے لیے تیسری ہدایت ''رابطوا'' کی ہے کہ ہمیشہ ہر قسم اور ہر سطح پر مقابلہ کے لیے مستعد رہو۔ آخری نصیحت ''واتقوا'' کی ہے اس لیے کہ اللہ کا استحضار وخیال اور اس کا خوف ہی انسان کو احکام شریعت پر چلاتا ہے اور حقوق شریعت کا لحاظ کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اس اعتبار سے یہ آیت کریمہ انفرادی واجتماعی کامیابی کے لیے شاہِ کلید کی حیثیت رکھتی ہے، اس پر عمل کرکے فرد وملت دونوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

(۔۔۔جاری ہے!)

MA'ARIF FEATURE - Publisher:Shahid Hashmi; Printer:Hassan M.Abbasi,City Press,Karachi; Office:D-35,Block-5,F.B.Area,Karachi-75950